جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

دسمبر سنہ ۲۰۰۰ء

رمضان المبارک سنہ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد: ۸ — رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ - دسمبر ۲۰۰۰ء — شمارہ: ۱۲

مدیر اعلیٰ

سید محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ——— سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ——— ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ——— ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ ——— ۱۶ ڈالر

برطانیہ ——— ۲۰ ڈالر

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ 2000 سے آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ 39+130 ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ: ۵۴۰۰۰ فون: ۲۰۰۵۷۷

فون / فیکس نمبر: ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

E-mail: jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ۳

درسِ حدیث .... حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ۵

برکاتِ رمضان المبارک .... مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ۱۰

رائے گرامی ۳۰

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا .... پروفیسر میاں محمدؒ افضل ۳۲

حاصلِ مطالعہ .... مولانا نعیم الدّین صاحب ۴۵

تبصرہ ۵۲

اخبار الجامعہ .... مولوی محمد قاسم امین ۵۷

نتیجہ سالانہ امتحان ۶۰

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

۲۳ نومبر کے قومی جرائد میں وزارتِ دفاع کے ترجمان ریاض محمّد خان کا ایک بیان جلی سُرخی سے شائع کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "امریکہ کی طرف سے وزارتِ دفاع اور سپارکو پر عائد کردہ تازہ پابندیوں سے کچھ فرق نہیں پڑے گا بلکہ پاکستان کا میزائل پروگرام جاری رہے گا اور موجودہ ایٹمی صلاحیّت برقرار رکھنے کے لیے امریکی یا چینی ٹیکنالوجی کی ضرورت نہیں"۔ جبکہ دوسری طرف اسی تاریخ کے اخبار میں پاکستان کے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر ثمر مبارک مند نے اپنے ایک بیان میں انکشاف کیا ہے کہ "پاکستان کے سائنسدانوں کی بنائی گئی "سٹارفش مائینز" ایشیا کی سب سے بڑی اور بہتر ایٹمی مائینز ہے جو کسی بھی آبدوز یا جنگی جہاز کو تباہ کرنے کی صلاحیّت رکھتی ہے اور ہم اُس کا کامیاب تجربہ کر چکے ہیں"۔

وزارتِ دفاع کے ترجمان کا امریکی پابندی پر دلیرانہ تبصرہ اور ڈاکٹر ثمر مبارک مند کا انکشاف نہ صرف حقیقتِ حال کو واضح کرتا ہے بلکہ جنگی اور دفاعی صلاحیّت میں خود انحصاری کی نوید بھی دے رہا ہے جو اس میدان میں کامیابی کی اصل کنجی ہے مُسلمانوں کو قرآن پاک اور حدیث شریف میں جگہ جگہ جہاد کی تیّاری کے معاملہ میں خود انحصاری کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے کیونکہ خود انحصاری کے بغیر دُشمن ہمیشہ بے خوف رہے گا۔ نبی علیہ السّلام نے ایک بار جہاد کے دوران ایک مجاہد کے ہاتھ میں ایرانی کمان دیکھی تو آپ نے اسکو پھینکنے کا حکم فرمایا اور اپنے دستِ مُبارک میں عربی کمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم پر یہ (عربی کمان) لازم

ہے . . . حالانکہ عربی کمان سے جو کام میدانِ جہاد میں لیا جاتا ہے فارسی کمان بھی وہی کام کرے گی۔ مگر نبی علیہ السّلام کا مقصد اِس فرمان سے ایک اہم چیز کی طرف توجّہ دلانا ہے اور وہ ہے خود کفالت اور خود انحصاری جس کی بدولت ہم آزادی سے اپنے فیصلے کر سکتے ہیں اپنے کسی بھی عمل کو اپنی منشاء کے مطابق طول دے سکتے ہیں یا مؤخر کر سکتے ہیں۔ گویا خود انحصاری آزاد قوم کو آزادانہ فیصلہ کے قابل بنا دیتی ہے اس کے برعکس اگرچہ پیسہ کے زور پر جدید ترین ہتھیار جمع کر بھی لیے جائیں اور خود کفالت نہ ہوں تو ہر اہم موڑ پہ کسی بھی فیصلہ سے پہلے غیر کی منشاء کا لحاظ کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ بالآخر ناکامی ہوگا۔ اسی لیے نبی علیہ السّلام نے اس معاملہ میں کسی طور لچک کو روا نہیں رکھا بلکہ سختی سے تنبیہ فرمائی اس لیے ضروری ہے کہ ہم امریکہ کی پروا کیے بغیر اپنا میزائل پروگرام جاری رکھیں کیونکہ میزائل پاور کے بغیر ہماری ایٹمی قوّت زیادہ مؤثر نہیں ہو سکے گی اور ہماری مثال ایسے شخص کی مانند ہو جائے گی جس کے پاس گولہ بارود تو ہو مگر توپ نہ ہو اس لیے قریبی اور دُور مار میزائل کُفر کو دہشت زدہ رکھنے کے لیے ضروری ہی نہیں بلکہ اسلام اور مُسلمانوں کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مُسلمانوں اور ان کی افواج کو سچّا جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت عطاء فرمائے۔ (آمین)

محمود

مولای صل وسلم دائما ابدا ‌‌ درس حدیث ‌‌ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دُشمن کی بیٹی

ایک نکاح میں جمع نہیں کی جاسکتیں

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۹ ، سائیڈ اے، ۸۴-۱-۶

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد ! حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں اُنھوں نے ایک واقعہ کا تھوڑا سا حصہ بتلایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کی بیٹی کا رشتہ ہونے لگا تھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور یہ بھی فرمادیا کہ میں حلال کو حرام، حرام کو حلال نہیں کرسکتا۔ یہ مَیں نہیں کہتا کہ ان کے لیے دوسری شادی منع ہے یا حرام ہے۔ لیکن یہ کہ اس طرح سے بِنْتِ رسول اللہ اور بِنْتِ عَدُوّ اللہ (اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دُشمن کی بیٹی) دونوں کو جمع کرلیں یہ نہیں ہوسکتا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اُس سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فاطمہ کو چھوڑ دیں۔

اس کی پہلی وجہ

تو اس میں ایک وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ فَاطِمَۃُ بضعۃٌ مِنّی (باپ ہونے کے ناطے) فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے ۔ فمن اغضبھا اغضبنی جو اس کو غصہ دلائے گا وہ مجھے بھی گویا غُصہ دلائے گا اور یہ بھی روایت میں آپ نے کسی وقت ارشاد فرمایا یریبنی مارابھا جو چیز اُسے بُری لگے گی وہ مجھے بھی بُری لگے گی۔ یؤذینی ما اذاھا جس چیز سے ان کو اذیت پہنچے گی مجھے بھی پہنچے گی۔

اس کی دوسری وجہ

اور دوسری وجہ اصل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی حیثیت تھی تو دوسری حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقصان

ہوتا۔ وہ اس طرح کہ جہاں بھی دو عورتیں جمع ہوں گی تو وہاں کچھ نہ کچھ خفگی اور زیادتی ہوجائے گی۔ اب یہ ابوجہل کی بیٹی فتح مکّہ کے بعد بالکل نئی نئی مُسلمان ہُوئی تھیں تو اُن لوگوں کے بارے میں جو فتح مکّہ کے موقع پر مُسلمان ہُوئے تھے، مُسلمان اور سب کے سب لوگ کافی دنوں شک میں رہے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ تو اس خیال میں تھے کہ جو غالب آئے گا اُس کے ساتھ ہوجائیں گے اور یکسو رہتے تھے تو فتح مکّہ جب ہوگئی تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ بس یہ پلّہ بھاری ہوگیا۔ تو اس دن مذہب میں داخل ہوگئے لیکن دِل سے یا سوچ سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے مفادات کی خاطر کہ ایک پلّہ غالب ہوگیا تو اِدھر ہوجاؤ اس لیے جو لوگ فتح مکّہ مکرّمہ کے موقع پر مُسلمان ہُوئے تھے اُن کے بارے میں صحابہ کرام سے یہ ملتا ہے کہ وہ کافی دنوں تک اُن کے اُوپر پُورا اطمینان نہیں کرتے رہے کافی دنوں کے بعد رفتہ رفتہ رفتہ پھر اطمینان ہُوا، تو ابُوجہل کی بیٹی مُسلمان ہُوئی تھیں فتح مکّہ کے موقع پر اور اُنھوں نے جو کچھ سُنا اپنے ماحول میں، وہ اسلام اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف سُنتی رہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مقابلے کے لیے لشکر لے کر گیا تھا ان کا باپ اور مارا گیا تھا تو اب جس کا باپ قتل ہُوا ہو وہ سوکن بن رہی ہو تو وہ صحیح معاملہ نہیں کرسکتی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ بھی اندازہ تھا کہ یہ زیادتی نہیں کرے گی فاطمہ لیکن وہ نہیں باز آئے گی۔ کیونکہ ابھی تک وہ اُس مقام پر نہیں پہنچی ہیں جو اسلام لانے کے بعد، عمل کرنے کے بعد، دل میں ایمان رچنے کے بعد حالت ہوتی ہے وہ بالکل اور ہوتی ہے وہ جو نیا نیا آدمی اسلام میں داخل ہُوا ہو وہ تو مسئلے بھی نہیں سمجھتا پُورے، اُس کے وہ جذبات بھی ابھی نہیں بنے ہوتے ہیں ــــ تو دُنیاوی رسم ورواج اور دُنیاوی طریقے جو ہوتے ہیں۔ وہ ذہن میں زیادہ جمے ہُوئے ہوتے ہیں تو وہ ایسی بات کریں گی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فاطمہ جو ہیں وہ خفا ہوں گی اور جب فاطمہ کو تکلیف پہنچے گی۔ وہ خفا ہوگی اور مجھے پتا چلے گا اور واقعی زیادتی اُس کی ہوگی تو پھر یہی نتیجہ ہونا ہے کہ میرے ذہن میں دُوری آجائے گی برائی آجاتے یا دُوری آجائے۔

نبی کی ناراضگی سے ایمان جاتا رہتا ہے

اگر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذہن مُبارک میں کسی کی طرف سے دُوری آجائے تو وہ بڑا نقصان وہ ہے ایمان پہ اثر پڑتا ہے یا کمزور ہوجائے گا۔ آخرت خراب ہوجائے گی اُس کی، عذاب ہوگا آخرت میں یا ایمان ہی ختم ہوجائے گا تو یہ چیز ایسی تھی کہ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی وضاحت بھی فرمائی اور یہ بھی ـــــــ فرمایا کہ میں کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا

ہوں مَیں یہ نہیں کہہ رہا کہ علی کے لیے دوسری بیوی جائز نہیں ہے لیکن لَا تجتمع بنت رسولِ اللّٰہ و بنت عدوِ اللّٰہ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں جمع ہوں اور آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ مجھے اس سے تعلق ہی بہت ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں، اور جو انہیں تکلیف پہنچائے گی اُس نے مجھے بھی تکلیف پہنچائی اور جس سے اُنھیں غصّہ آئے گا اس سے مجھے بھی غصّہ آئے گا

نبی علیہ السّلام کا اُن کی اعلیٰ سمجھ اور تحمّل پر اعتماد

اس کا مطلب یہ ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کے بارے میں پُورا اندازہ تھا کہ وہ اتنی سمجھ سے کام لیتی ہیں اور اتنے تحمّل سے کام لیتی ہیں کہ وہ غلط بات پر نہیں ہوتیں ورنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ جُملے نہیں فرما سکتے تھے اگر وہ غلط بات پر ہوتے ہُوئے خفا ہوں پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ فرمائیں کہ وہ غلط بات پر بھی ہوں گی تو بھی مجھے غصّہ آئے گا۔ یہ مطلب نہیں بلکہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کے معاملات جو ازواجِ مطہرات کے ساتھ تھے اچھی طرح معلوم تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ازواجِ مطہرات کے معاملے میں جو سوتیلی والدہ تھیں کبھی کوئی غلط بات نہیں کی اور ازواجِ مطہرات بھی قریب تھیں۔ (اور ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کچھ اُن کے ساتھ دوسری طرف حضرت زینب، حضرت اُمِ سلمہ وغیرہ۔ حضرت زینب بڑی ہی قابلِ تعریف اور عبادت گزار تھیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اُن کی تعریف کی لیکن اختلاف رہتا تھا اس اختلاف میں ایسے ہُوا کہ ازواجِ مطہرات نے حضرت فاطمہ رضؓ سے سفارش چاہی کہ تم یہ بات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہو اور منواؤ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تو آپؐ نے اُن سے یہ فرمایا کہ یا بنیۃ الا تحبین ما اُحِبُّ او کما قال علیہ السّلام جو میں پسند کرتا ہوں اور مجھے محبوب ہے وہ تمہیں نہیں محبوب ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا ضرور تو آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کی باتیں عائشہ کے متعلّق نہ کہو تو وہ رُک گئیں اور آکر جواب دے دیا۔ پھر اُنھوں نے بھیجنا چاہا دوبارہ تو دوبارہ نہیں تشریف لائیں منع کر دیا اس سے بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بالمقابل جو ازواجِ مطہرات تھیں حضرت فاطمہ اُن کے ساتھ تھیں گویا مگر یہ بات بھی نہیں تھی مَیں نے پچھلی دفعہ جو آپ کو حدیث شریف سُنائی ہے اس میں یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پُوچھتی ہیں بار بار اِن سے سوال کیا ہے اُنھوں نے پھر حیات میں تو نہیں بتایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اور عرض کیا جواب میں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے خفیۃً ایک بات فرمائی ہے تو مَیں اس کو ظاہر نہیں کر سکتی

معذرت کرلی ۔ وفات کے بعد پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پُوچھا اور جو جُملے ہیں وہ بہت عجیب ہیں ۔ وہ فرماتی ہیں کہ مَیں نے اُن سے کہا عزمت علیك بما لی علیك مِنَ الحقِ مَیں تم کو واسطہ دیتی ہوں دباؤ ڈالتی ہوں قسم کے معنٰی میں بھی ہوتے ہیں عزمت میں تمہیں واسطہ دیتی ہُوں بمالی علیك من الحق جو میرا تمہارے اُوپر حق ہے اُس کا واسطہ دیتی ہوں اور پُوچھتی ہوں کہ کیا بات تھی ؟ لَمَّا اخبر تینی مجھے ضرور تم بتاؤ کہ وہ کیا قصّہ تھا کیا بات تھی جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تم سے ایک دفعہ کہی تو تم رونے لگیں دوسری دفعہ کچھ بات کہی تو تم ہنسنے لگیں وہ بات پُوچھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور ان کا تعلّق بہت تھا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں اِس قصّہ کو تو یہ فرماتی ہیں کہ ما تخفٰی مِشیتھا من مشیت رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب وہ آئیں ہیں تو ان کی چال ایسی تھی جو واضح طور پر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چال کے مطابق تھی تو ایک بہت محبت کی چیز اور بہت جذبات کو اُبھارنے والی چیز وہی آدمی ذکر کرسکتا ہے کہ جسے صحیح تعلّق ہو قلبی تعلّق ہو ورنہ اچھی چیزوں کو بھی چُھپالیتا ہے ۔ اگر دل میں کوئی بُرائی ہو مگر اُنھوں نے اچھی چیز تو نہیں چھپائی انھوں نے توظاہر کی ہے اور اس واقعہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود روایت کررہی ہَیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بتلایا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ سیّدۃ نساء اھل الجنۃ اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے پہلے دُنیا سے میرے بعد رُخصت ہوکر مجھ سے ملنے کے لیے تم آؤ گی تو اس پر مجھے خوشی ہُوئی اور اس پر مجھے خوشی کی وجہ سے ہنسی آئی تھی یہ اُنھوں نے واقعہ نقل کیا ہے ۔

ان سب کو آپس میں گہرا تعلق تھا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے اور اُن کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت گہرا تعلق تھا تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ جو کہ سوتیلی والدہ تھیں ساری کی ساری، کہیں یہ نہیں آتا ، کسی زوجہ مطہرہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کبھی شکایت کی ہو کہیں نہیں آتا ، کہیں یہ نہیں آتا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والدِ محترم سے اپنی سوتیلی ماں کی شکایت کی ہو یہ کہیں نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت اس قدر صاف ، سنجیدہ اور عادلانہ تھی اور دُنیاوی خرابیوں سے پاک تھی کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان کے بارے میں یہ خیال تھا اور یقین تھا اور وہ سچ تھا جو آپ کا خیال یا یقین ہو کہ یہ تو زیادتی نہیں کریں گی بلکہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی پھر انہیں تکلیف ہوگی اُن کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوگی ۔

یہ رشتہ خود حضرت علیؓ اور ابوجہل کی بیٹی کے لیے نقصان دہ ہوتا

اس کی وجہ سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف داری کرلی تو، پھر حضرت علی رضؓ کے ایمان پر اثر پڑے گا اور اُس کے ایمان پر بھی اثر پڑ سکتا ہے تو یہ تو معاملہ بحیثیت رسول خُدا کے نبی ہونے کے اُن کے لیے بڑا نقصان دہ ہوگا۔ تو ارشاد فرمایا کہ مَیں حرام حلال کی بات نہیں کرہا۔ ہاں یہ نہیں ہوسکتا یعنی اس میں نقصان ہے

حضرت فاطمہ رضؓ کی زندگی میں حضرت علی رضؓ نے دوسری شادی نہیں کی

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دُنیا سے رُخصت ہوجانے کے بعد، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں تو دوسری شادی نہیں کی، کرسکتے تھے۔

شادی اور سادگی

کیونکہ شادی بڑا سادہ کام ہے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے شادی کی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے کپڑوں پر وہ خُوشبو دیکھی جو عورتوں کی ہوتی ہے تو دریافت کیا یہ خوشبو کیسی ہے کیا شادی کرلی ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا جی ہاں شادی کرلی یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بتلاتے بھی نہیں تھے صحابہ کرام کہ ہم شادی کررہے ہیں اور نہ ہی آپؐ نے کبھی فرمایا کہ بتلاؤ ہمیں۔ یہ حکم دیا ہے ضرور کہ ولیمہ کردیا جائے، ولیمہ سُنّت ہے۔

شادیوں میں شرکت غیر اہم بات ہے

باقی نکاح میں جائیں، نکاح خود پڑھائیں اور شادیوں میں شرکت فرمائیں یہ چیزیں نہیں تھیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں معلوم ہوتا ہے ان چیزوں کے لیے وقت نہیں تھا آپ کے پاس اور آپ نے اُن کو نہایت سادہ رکھنا پسند کیا ہے اسلام کی پسند ہی یہ ہے کہ یہ چیزیں جو ہیں شادی بیاہ بالکل سادہ ہوں تو اُس زمانے میں کوئی مشکل نہیں تھی لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

اُن کی وفات کے بعد آپ نے کئی شادیاں کیں

ان کی وفات کے بعد پھر آپ کے ہاں کئی کئی بیویاں رہی ہیں چار بیویاں بھی رہی ہیں، تین بھی رہیں۔ یہ باب اہلِ بیت کی فضیلت کا ہے اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

برکاتِ رمضان

اور

فضائل و مسائل

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے گزرے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ (یہ روزے) چند دن کے (ہیں)۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس

نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہُوئے قیام کیا (تراویح اور نفل میں مشغول رہا) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہُوئے قیام کیا (تراویح، نوافل، تلاوت، ذکرِ الٰہی اور دُعا میں مشغول رہا) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، ج ا ص۱۷۳)

اس مبارک حدیث میں رمضان شریف کے روزے رکھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے اور رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح و نوافل پڑھنے کی بھی فضیلت بتائی ہے، ساتھ ہی شب قدر میں قیام کرنے کی بھی فضیلت بتائی ہے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَاِنْ صَامَہٗ“

(رواہ الترمذی ابو داؤد و ابن ماجہ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا۔ (اگر وہ ساری) عمر (بھی) روزے رکھے تب بھی اس کی قضا نہیں ہوسکتی۔ (مشکوٰہ المصابیح ص۱۷۷ بحوالہ احمد و ترمذی وغیرہما)

حدیث بالا میں رمضان کے روزوں کی فضیلت اور دینی حیثیت بتائی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر شرعی رُخصت (مسافرت وغیرہ) اور بغیر مرض کے چھوڑ دیا اُس نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا، روزہ چھوڑنے کا جو کبیرہ گناہ کیا وہ اعمال نامہ میں لکھا گیا ہے اور روزہ رکھنے پر جو ثواب عظیم ملتا۔ اس سے جو محرومی ہُوئی یہ بھی بہت بڑا نقصان ہے۔ اس ایک روزے کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ بات حاصل نہ ہوگی جو رمضان میں روزے رکھنے سے حاصل ہوتی ہے ہاں ایک روزہ قضا کی نیت سے رکھ لینے سے مسئلہ کے اعتبار سے تو یہ کہہ دیں گے کہ قضا رکھنے کی ذمّہ داری سے سبکدوشی ہوگئی اور ضابطہ کی قضا رکھنے کا جو حکم ہے اُس کی تعمیل سمجھ لی جائے گی، لیکن یہ

خیال کر لینا کہ اس سے اس ثواب کی تلافی ہو جائے گی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا اور وہ برکتیں بھی نصیب ہو جائیں گی جو ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے سے حصّے میں آجاتیں یہ غلط خیال ہے۔

آج کل بہت سے ہٹے کٹے تندرست اور تنومند لوگ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے۔ ذرا سی بھوک و پیاس اور معمولی سی بیڑی سگریٹ اور پان تمباکو کی طلب پوری کرنے کی وجہ سے روزے کھا جاتے ہیں اور سخت گناہ گار ہوتے ہیں۔ یہ زبردست بزدلی اور بے ہمتی بلکہ بہت بڑی بے وفائی ہے کہ جس نے جان دی اعضاء دیئے انسانیت کا شرف بخشا اُس کے لیے ذرا سی تکلیف گوارا نہیں رمضان کے روزے رکھنا اُن پانچ ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے اُس نے اسلام کا ایک رُکن گرا دیا اور سخت مجرم ہُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گُنے سے سات سو گُنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے (پھر فرمایا کہ) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اُس وقت ہوگی جب اللہ سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا، گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔ (بخاری و مسلم)

اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور (سرکش) شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اور (ایک روایت میں ہے کہ) رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنّت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ (ایضاً عن سہل بن سعد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے

سے اور (دیگر) خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لیجیے۔ قرآن عرض کرے گا کہ رات کو مَیں نے اسے سونے نہ دیا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لیجیے۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔ (بیہقی فی الشعب)

رمضان المبارک میں ثواب بھی بڑھا دیا جاتا ہے اور شیاطین بھی جکڑ دیے جاتے ہیں اور ہر رات کو (اللہ کا) منادی پکار کر کہتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ اور اے بُرائی تلاش کرنے والے رُک جا۔ (مشکوٰۃ)

دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے گنہ گار جو گناہوں پر ضد اور اصرار کرتے ہیں ماہ رمضان میں توبہ کر لیتے ہیں۔ بے نمازی رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ حرام خور حرام کو اور شراب خور شراب کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز کی پابندی لاکھوں آدمی کرنے لگتے ہیں۔ شاید کسی کے دِل میں یہ خیال گذرے کہ جب شیاطین بند ہو جاتے ہیں تو بہت سے لوگ گناہوں میں مُبتلا کیوں رہتے ہیں؟ بات اصل یہ ہے کہ انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیطان سے کم نہیں ہے جن لوگوں کو گناہوں کی خُوب عادت ہو جاتی ہے انہیں گناہوں کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ شیطان کے ترغیب دیے بغیر بھی زندگی کی گاڑی گناہوں کی پٹڑی پر چلتی رہتی ہے اور یہ بات بہت خطرناک ہے، گناہ تو انسان سے ہو ہی جاتا ہے مگر گناہ کا عادی بننا اور اس پر اصرار کرنا بہت ہی زیادہ خطرناک ہے۔ جہاں گناہ کرانے کے لیے شیطان کے بہکانے کی بھی ضرورت نہ پڑے وہاں نفس کی خرابی کا کیا حال ہوگا؟

رمضان آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے

رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی زیادہ خیر و برکت کا مہینہ ہے اور یہ مہینہ آخرت کی کمائی کا بہت بڑا سیزن ہے، دُنیا کمانے کے جیسے مختلف مواقع آتے رہتے ہیں۔ مثلاً سردی میں گرم کپڑے والوں کی خُوب کمائی ہوتی ہے اور عید پر درزی خُوب پیسے کما لیتے ہیں اور جیسے بارش میں ٹیکسی والوں کی خُوب چاندی بن جاتی ہے۔ اسی طرح آخرت کی کمائی کے لیے بھی مواقع آتے رہتے ہیں۔ رمضان المبارک نیکیوں کا مہینہ ہے اس میں اجر و ثواب خُوب بڑھ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں کہ ماہ رمضان میں

نفل کا ثواب فرض ادا کرنے کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستّر فرض ادا کرنے کے برابر ملتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ۱۷۳)

رمضان المبارک کا کوئی منٹ ضائع نہ جانے دیں۔ نیک کاموں میں لگیں۔ تلاوتِ قرآن زیادہ سے زیادہ کریں۔ ذکر اور دعا اور توبہ استغفار میں مشغول رہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی کثرت کریں۔ جنّت کا سوال کریں۔ دوزخ سے پناہ مانگیں۔ بس پورے مہینے کو غنیمت جانیں۔

تراویح

رمضان کی راتوں میں نمازِ تراویح کا خاص اہتمام کریں اور رمضان میں روزانہ رات کو بیس رکعت تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سُنّتِ موکّدہ ہے۔ عورتیں گھروں میں پڑھیں اور مرد مسجدوں میں جاکر باجماعت نمازِ تراویح ادا کریں۔ ماشاء اللہ بہت سی عورتیں روزے تو خُوب رکھتی ہیں اور شبِ قدر میں خُوب جاگتی ہیں مگر تراویح میں سُستی کرتی ہیں یہ سخت غلطی ہے۔ تراویح ترک کر کے گناہ گار نہ بنو، اگر بچّوں کے رونے جھینکنے کی وجہ سے عشاء کے بعد پُوری نہ پڑھ سکو تو جو رکعات رہ جائیں وہ سحری میں پڑھ لو۔ سب ہی شروع وقت میں نہ پڑھی جائیں تو سحری میں پڑھ لو ناغہ نہ کرو۔

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے

وَعَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیْزَرَہٗ وَاَحْیٰی لَیْلَہٗ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۱۸۲ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے ایّام میں اتنی

محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم عن عائشۃ رضؓ)

حضرت عائشہ رضؓ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ تہبند کس لیتے تھے۔ عُلماء نے اس کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ خُوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردُو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ "خوب کمر کس لو" اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا اس لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلّق کا موقع نہیں لگتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو اَیقظ اَھلَہٗ فرمایا اُس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لیے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو۔ اجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل و عیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مُبارک سوج جاتے تھے۔ پھر رمضان کے اندر خصُوصًا اخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے ہیں کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپؐ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا اخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچّوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اگر بال بچّوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لیے اُٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمّت ہو۔ جب بال بچّوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہُوئے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبّت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شب قدر کی تلاش اور اُس کی دُعاء

وَعَنْھَا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَرَأَیْتَ

اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْھَا قَالَ قُوْلِی
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں رات کو شب قدر ہے تو مَیں کیا دُعا کروں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دُعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ　(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۲ بحوالہ احمد وابن ماجہ و ترمذی)

شب قدر کی فضیلت

رمضان المبارک کا پُورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے۔ پھر اس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ

یعنی شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔ پھر شب قدر ہزار ماہ سے کس قدر بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مؤمن بندوں کے لیے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ اسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا:

مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا
اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجہ)

یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگیا (گویا) پُوری بھلائی سے محروم ہوگیا۔

اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کرلینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے چند

گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابلِ ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو۔ تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس کروڑ روپیہ پالے، جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اُس نے توجّہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پُورا اور پکّا محروم ہے۔

پہلی اُمّتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس اُمّت کی عمر بہت سے بہت ۷۰۔ ۸۰ سال ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرما دی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی اُمّتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس اُمّت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو۔ خصوصًا آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو۔ اور اس میں بھی شبِ قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو۔ بچّوں کو بھی ترغیب دو۔

شب قدر کی دُعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پُوچھا کہ یا رسول اللہ شبِ قدر میں کیا دُعا کروں تو آپؐ نے یہ دُعا تعلیم دی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

ترجمہ: اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معاف کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف فرما دیجیے۔

دیکھیے کیسی دُعا ارشاد فرمائی۔ نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا جائے ؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دُنیا نعمت اور لذّت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی۔ اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے (جو پہلے گزر چکی ہے)

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ: جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت (عبادت کے لیے) کھڑا رہا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمّید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغولِ عبادت رہے بعض عُلماء نے فرمایا کہ اِحْتِسَابًا کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قُربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے۔ عبادت میں اُسکا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ عُلماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مُراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں۔ عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں

شب قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہُوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۵ ویں ۲۷ ویں ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ خصوصًا ۲۷ ویں شب کو ضرور جاگیں کیونکہ اس دن شبِ قدر ہونے کی زیادہ اُمّید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک دن اس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں، مگر دو مُسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اُٹھا لی گئی۔ کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔

لڑائی جھگڑے کا اثر

اس مُبارک حدیث سے معلوم ہُوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر بُرا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مُبارک سے شبِ قدر کی تعیین اُٹھالی۔ یعنی کس رات کو شبِ قدر ہے مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اُٹھا لیا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی اُمّت کا فائدہ ہوگیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے۔ لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمّت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح

عُلماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یُوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صُورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین کی صُورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جُرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشہ ناک تھی۔

تیسری یہ کہ تعیین کی صُورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اگر چھُوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی چند راتیں میسّر ہو ہی جاتی ہیں۔

چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں، ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جلّ شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں اس صُورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اُن کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین

بُھلا دی گئی ہو اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۱۸۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ و سیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے جتنا ممکن ہو اس ماہ میں نیک کام کر لو، اور ثواب لوٹ لو، پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو عشرۂ آخیرہ کہا جاتا ہے) اعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپؐ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں۔ آپؐ کی وفات کے بعد بھی آپؐ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا۔ جیسا کہ اُوپر حدیث میں مذکور ہُوا۔ یہ ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ زمانۂ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس میں انسان یک سو ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شبِ قدر بھی ہوتی ہے اس لیے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں، اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں، اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لیے وہی مسجد ہے۔ عورتیں ایسی میں کہ اعتکاف کریں۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف

کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پنج وقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے، البتّہ پیشاب، پاخانہ کے لیے وہاں سے چلے جانا دُرست ہے۔ اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں سوئے، وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے، جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے، خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی اُمّید ہو۔ ان راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

مسئلہ: اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں۔ نہ رات میں نہ دن میں۔

مسئلہ: یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے نہ چالے یہ غلط ہے بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور بُرائی سے روک دینا۔ بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب دُرست ہے اور عورت کے لیے اس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ: اگر اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اُس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کر لیں۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اس کے لیے (ان) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنھیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔) (مشکوٰۃ المصابیح)

فائدہ: جس دن صُبح کو عید یا بقرعید ہو اس رات کو بھی ذکر عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اس دن اُس کا دل مُردہ نہ ہوگا جس دن دل مُردہ ہوں گے (یعنی قیامت کا دن) (الترغیب والترھیب)

کن لوگوں کو روزۂ رمضان چھوڑ کر بعد میں رکھنے کی اجازت ہے

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِیِّ رض قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوۃِ والصَّوْمَ عَنِ المسافر وعن المرضع والحبلیٰ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے نماز کا ایک حصّہ معاف فرما دیا ہے اور رمضان کے روزے نہ رکھنے کی بھی مسافر کو اجازت دی ہے اور اسی طرح دُودھ پلانے والی عورت اور حمل والی عورت کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اور بعد میں قضا کرلے)

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸ ج ۱ باب صوم المسافر)

تشریح: رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے اور جو فرض روزہ چھوڑنے کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے۔

مریض: البتّہ جو شخص ایسا مریض ہو کہ روزہ سے اُس کی جان پر بن آنے کا قوی اندیشہ ہو یا جو سخت مرض میں مُبتلا ہو اور روزے کی وجہ سے مرض کے طول پکڑ جانے کا غالب گمان ہو اس کے لیے جائز ہے کہ رمضان شریف کے روزے رمضان میں نہ رکھے اور اُس کے بعد جب اچھّا ہو جائے قضا رکھ لے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے ہوں، لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ معمولی معمولی مرض میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں گو اس مرض کے لیے روزہ مضر بھی نہ ہو۔ دوم یہ کہ فاسق اور بے دین بلکہ بددین ڈاکٹروں کے قول کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ روزہ نہ رکھیے گا۔ ان ڈاکٹروں کو روزوں کی نہ قیمت معلوم ہے نہ شرعی مسئلہ کی صحیح صُورت کا علم ہے۔ نہ خود اُنہیں روزہ رکھنے کی عادت ہے نہ اُن کے دل میں کسی مومن کے روزے کا درد ہے ایسے لوگوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، چونکہ عموماً ڈاکٹر آج کل فاسق ہی ہیں اس لیے مریض کو اپنی صوابدید سے اور کسی ایسے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیے جو خوفِ خُدا رکھتا ہو اور جو مسئلہ شرعیہ سے واقف ہو۔ سوم یہ کوتاہی عام ہے کہ بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر رکھتے ہی نہیں اور بہت بڑی گناہگاری کا بوجھ لے کر قبر میں چلے جاتے ہیں۔

مسافر: مسافر جو مسافتِ قصر کے ارادے سے شہر یا بستی سے نکلا جب تک سفر میں رہے گا مرد ہو یا عورت چار رکعتوں والی نمازوں کی جگہ دو رکعتیں فرض پڑھے گا ہاں اگر کسی ایسے امام

کے پیچھے جماعت میں شریک ہو جاؤ جو مسافر نہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی نیز اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی تو مسافر کے حکم میں نہیں رہے گا اور پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ مسافتِ قصر ۴۸ میل ہے۔ اتنی دُور کا ارادہ کر کے روانہ ہو جانے پر شرعی مسافر ہے جبکہ اپنے وطن سے نکل جائے۔ اتنی دُور کا مسافر خواہ پیدل سفر کرے خواہ بس سے خواہ ہوائی جہاز سے یا اور کسی تیز رفتار سواری سے۔ شرعی مسافر مانا جائے گا۔ شریعت نے نمازِ قصر کی بُنیاد مسافتِ قصر پر رکھ دی ہے۔ اگرچہ تکلیف نہ ہو تب بھی چار رکعت والے فرض کی جگہ دو رکعتیں پڑھنی چاہییں۔ اگر پوری چار رکعتیں پڑھ لیں تو بُرا کیا۔

مسئلہ: جس مسافر کو چار رکعت والی نمازِ فرض کی جگہ دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ رمضان شریف کے موقع پر سفر میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں گھر آکر چھوڑے ہُوئے روزوں کی قضا کرلے۔ خواہ ہوائی جہاز یا موٹر کار سے سفر کیا ہو اور خواہ کوئی تکلیف محسوس نہ ہُوئی ہو اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے گا تو مسافر نہ ہوگا۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہُوا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے لوگ جس طرح مرض کی حالت میں روزہ چھوٹ جانے پر بعد میں قضا نہیں رکھتے اسی طرح لوگ سفر میں روزہ چھوڑ کر بعد میں گھر آکر قضا نہیں رکھتے اور گناہگار مرتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔

ترجمہ: جو شخص اس ماہ میں موجود ہو وہ ضرور اس میں روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایّام کا شمار رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دُشواری منظور نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ مریض اور مسافر کو روزہ معاف نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے اسکو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دے دی ہے لیکن بعد میں چھوٹے ہُوئے روزوں کی قضا فرض ہے۔ اگر زیادہ تکلیف نہ ہو تو رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی گو مرض اور سفر میں بعد میں رکھنے

نیت سے رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اوّل تو رمضان کی برکت اور نورانیت سے محرومی نہ ہوگی۔ دوسرے سب مُسلمانوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنے میں آسانی بھی ہوگی اور بعد میں تنہا روزے رکھنا مشکل ہوگا۔

مسئلہ : ۴۸ میل سے کم سفر میں روزہ چھوڑنا دُرست نہیں۔

دُودھ پلانے والی

جس طرح مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے (جس کی شرطیں اُوپر لکھی گئیں) اسی طرح دُودھ پلانے والی عورت کے لیے بھی جائز ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے اور بعد میں قضا کرے۔ روزہ رکھنے سے بچّے کو دُودھ نہ ملنے کی وجہ سے غذا سے محرومی ہوتی ہو۔ اگر بچّہ ماں کے دُودھ کے علاوہ دوسری غذا کے ذریعہ گزارہ کر سکتا ہو۔ مثلاً اُوپر کا دُودھ پینے سے یا دلیہ چاول وغیرہ کھانے سے بچّہ کی غذا کا کام چل سکتا ہو تو دُودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنا حرام ہے اور یہ مسئلہ بھی بچّے کی عمر دو سال ہونے تک ہے جب بچّے کی عمر دو سال ہو جائے تو اُس کو عورت کا دودھ پلانا ہی منع ہے۔ اس میں روزہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسئلہ : دُودھ پلانے والی کو شرطِ مذکور کے ساتھ رمضان کا روزہ نہ رکھنا اس صُورت میں جائز ہے جبکہ بچّہ کا باپ دوسری عورت کو معاوضہ دے کر دُودھ پلوانے سے عاجز ہو یا بچّہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دُودھ لیتا ہی نہ ہو۔

حاملہ : جو عورت حمل سے ہو اُس کو بھی رمضان شریف میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ فارغ ہونے کے بعد چھوڑے ہُوئے روزے رکھ لے۔ مگر شرط وہی ہے کہ روزہ رکھنے سے بہت زیادہ تکلیف میں پڑنے یا اپنے بچّے کی جان کا اندیشہ ہو۔

فدیہ کا حکم

وہ عورت یا مرد جو مستقل ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے جان پر بن آنے کا شدید خطرہ ہو اور زندگی میں اچّھے ہونے کی اُمّید ہی نہ ہو۔ یا وہ مرد و عورت جو بہت زیادہ بُوڑھا ہے روزہ رکھ ہی

نہیں سکتا اور روزے پر قادر ہونے کی کوئی اُمّید نہیں یہ لوگ روزے کے بجائے فدیہ دیں لیکن بعد میں کبھی روزہ رکھنے کے قابل ہوگئے تو گزشتہ روزوں کی قضاء کرنی ہوگی اور آئندہ روزے رکھنے ہوں گے اور جو فدیہ دیا ہے صدقہ میں شمار ہوگا۔

مسئلہ: ہر روزے کا فدیہ یہ ہے کہ ایک سیر ۲/۱۲ چھٹانک گیہوں یا اُس کی قیمت کسی مسکین دیدے یا فی روزہ ایک مسکین کو صُبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلادے۔

حیض والی عورت نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے لیکن بعد میں روزوں کی قضا کرے

وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالیٰ عَنْهَا فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ؟ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُوْرِيَّةٍ وَلٰكِنِّي اَسْاَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ وَفِي رِوَايَةٍ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰنَا تَحِيْضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت معاذہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔ کیا بات ہے کہ (رمضان کے مہینے میں) کسی عورت کو حیض آجائے تو (ان دنوں کے) روزوں کی قضا رکھتی ہے اور (عموماً ہر مہینہ حیض آتا رہتا ہے۔ رمضان ہو یا غیر رمضان ان دنوں کی) نمازوں کی قضا نہیں پڑھتی (یہ نماز اور روزے میں فرق کیوں ہے) یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نیچری ہوگئی ہے؟ (جو احکامِ شریعت میں ٹانگ اُڑاتی ہے) مَیں نے کہا مَیں نیچری نہیں ہوں صرف معلوم کر رہی ہوں ——— اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجودگی میں ہم کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا تھا اور روزوں کی قضا کا حکم ہوتا تھا۔ (مسلم شریف ص ۱۵۳ ج ۱)

تشریح : حضرت معاذہؒ ایک تابعی عورت تھیں، بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ انھوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے مذکورہ بالا سوال کیا تو انھوں نے اُن سے پوچھا اَحَرُورِیَّۃٌ اَنْتِ یعنی کیا تو حروریۃ ہوگئی ہے؟ حرورا ایک گاؤں تھا وہاں خوارج کا جمگھٹا تھا۔ یہ لوگ دین اور شریعت کو اپنی عقل کے معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی سمجھ کی ترازو میں تولتے تھے۔ اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاذہؒ سے فرمایا کہ تو دین میں اپنی عقل کا دخل دے رہی ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا طریقہ ہے جو حرورا بستی میں رہتے ہیں اسی لیے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ "نیچری" سے کردیا ہے۔ بہت سے لوگ دین کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا تو منکر ہوتے ہیں یا اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمارے اسلاف کی زبان میں نیچری کہلاتے ہیں، کیونکہ اپنے "نیچر" کی "نیچر" دین میں لگانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا روگ ہے جو دل میں حقیقی ایمان راسخ نہیں ہونے دیتا۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شاگرد معاذہ کی سرزنش کی تو انھوں نے جواب دیا میں نیچری نہیں ہوں یعنی دین میں ٹانگ اڑانا میرا مقصد نہیں البتہ حکمت معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے حکمت نہ بتائی بلکہ ایک مؤمنانہ مضبوط جواب دیدیا کہ ــــــــــ عمل کرنے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا اور رمضان میں حیض آجاتا تھا تو اُن دنوں کے روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا۔ درحقیقت ایک مومن بندہ کے لیے یہ جواب بالکل کافی ہے، کیونکہ مقصدِ زندگی حکمِ ربّی کی تعمیل ہے نہ کہ علّت و حکمت کی تلاش اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر اکتفا کیا۔ البتہ حکماء اسلام نے اس میں ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ نمازیں روزانہ کی پانچ کی تعداد میں جمع ہوکر بہت زیادہ ہوجاتی ہیں۔ عورت کو گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش کے مشاغل کی وجہ سے ان سب کی قضاء پڑھنا سخت مشکل ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ حیض کے زمانے کی نمازوں کو بالکل ہی معاف فرمادیا اور روزے چونکہ بارہ ماہ میں صرف ایک مرتبہ آتے ہیں اور حیض کی وجہ سے جو روزے چھوٹتے ہیں وہ زیادہ ہوتے بھی نہیں اُن کی قضاء رکھ لینا آسان ہے اس لیے اُن کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ عورتیں عموماً روزے رکھنے میں ماہر ہوتی ہیں اور نمازوں سے جان چراتی ہیں اگر ماہواری کے دنوں کی نمازوں کی

قضاء لازم کردی جاتی تو قضاء نہ پڑھتیں اور گنہگار رہتیں اور ادا کرنا مشکل بھی ہوتا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اُس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھ لیے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹)

تشریح: اس مُبارک حدیث میں رمضان مُبارک گزرنے کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا عظیم ثواب بتایا گیا ہے۔ ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے رکھ لیے تو یہ چھتیس روزے ہوگئے۔ چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہوجاتے ہیں۔ قمری حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔ لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گے اور اس طرح پُورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کر لیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزے رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ اللہ اکبر! بے انتہا رحمت اور آخرت کی کمائی کے اللہ پاک نے کیسے بیش بہا موقع دیے ہیں۔

فائدہ: اگر رمضان کے روزے چاند کی وجہ سے انتیس ہی رہ جائیں تب بھی یہ تیس ہی شمار ہوں گے کیونکہ ہر مُسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ چاند نظر نہ آتے تو تیسواں روزہ رکھے گا۔ اس اعتبار سے اُنتیس روزے رمضان کے اور چھ عید کے کل پینتیس روزے رکھنے سے بھی پُورے سال روزے رکھنے کا ثواب

ملے گا۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صرف رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھنے پر اس ثواب کی خوشخبری سُنائی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایک روزہ چاند کی وجہ سے رہ گیا تو ثواب پُورے سال کا ہوگا یا نہیں۔

فائدہ : بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ یہ ثواب اُسی وقت ملے گا جبکہ عید کے بعد دوسرے دن کم ازکم ایک روزہ ضرور رکھ لے یہ غلط ہے۔ اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کیے اور پُورے ماہ شوال میں چھ روزے رکھ لیے تب بھی یہ ثواب مل جائے گا۔

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر بھی واجب ہے اس میں بھی غریبوں کی حاجت روائی کا انتظام ہے۔ عید کا دن ہے جن کے پاس مال ہے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں گے۔ غریب مُنہ تکیں گے۔ ان کے بچّے دوسرے بچّوں کو کھاتے پیتے دیکھ کر آزردہ ہوں گے اس لیے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے صدقہ ادا کرنے کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ نمازِ عید کو نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے۔ یہ صدقہ روزوں کے پاک کرنے کے لیے بھی ہے کہ جو روزہ میں بدزبانی، بدکلامی ہوگئی ہو گندی باتیں ہوگئی ہوں ان کا کفّارہ ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی میں فقراء اور مساکین کی حاجت پُوری کرنے کا بھی انتظام ہے۔

فرمایا حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد شریف)

چند مسنون دُعائیں

فرمایا معاذ بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی لیے دیے ہُوئے رزق پر روزہ کھولا۔

فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ دُعا پڑھتے۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (ایضًا عن ابن عمر رض)

ترجمہ: پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔

افطار کی ایک اور دُعاء

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں۔ یہ دُعا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ (ابن ماجہ)

جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہلِ خانہ کو یہ دُعا دے۔

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ ؕ

ترجمہ: روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دُعا کریں، ایک جگہ افطار کرکے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ دُعا پڑھی تھی۔

(ابن ماجة)

شبِ قدر کی دُعاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ شبِ قدر کون سی ہے تو (اس رات) میں کیا دُعاء کروں؟ فرمایا (دُعا میں) یُوں کہنا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

دُعاءِ صحت

چیئرمین سپریم کونسل حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب مدظلہم گردہ کی تکلیف کی وجہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ قارئین کرام سے اُن کے لیے دُعاءِ صحت کی اپیل ہے۔

اپیل کنندگان صاحبزادگان

رائے گرامی

حضرت مولانا سیّد رشید الدین صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں مورخہ ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد کے احباب کی دعوت پر پاکستان آیا تھا اور پانچ نومبر کو راستے وہ جاتے ہوئے مولانا محمود میاں صاحب کی دعوت پر جامعہ مدنیہ جدید کے تعمیری کام کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس سے قبل کئی بار حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ خلیفہ اجل شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی دعوت پر لاہور آنا ہوا۔ مولانا مرحوم کے خلوص اور محبّت نیز ان کو حاصل بلند و بالا نسبتوں کی وجہ سے ان سے ایک خاص قسم کا لگاؤ اور اُنس پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا مرحوم نے مجھ کو بارہا بنفسِ نفیس جامعہ مدنیہ جدید کے لیے خریدی گئی جگہ دکھائی اور جامعہ مدنیہ کی تعمیر کے عزم کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ لیکن لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون کے اُصول کی بناء پر حضرت موصوفؒ اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے (سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ) اب مولانا سیّد محمود میاں نے اپنے والد کے ارادوں اور خواہشات کی تکمیل کا بیڑا اُٹھایا ہے اور الحمد للہ کافی حد تک کام کو آگے بڑھایا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑا کر دے۔ نیز ان دو نی اور رات چوگنی ترقیات سے نوازے۔ شرور و فتن سے محفوظ رکھے اور علوم شرعیہ کی نشر و اشاعت کا مرکز بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط والسّلام

طالب دُعا! احقر رشید الدّین۔ مہتمم جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی۔ مراد آباد۔ یو پی! انڈیا

وارد حال! لاہور۔ پاکستان۔ ۶ ر نومبر ۲۰۰۰ء

رائے گرامی

گزشتہ ماہ جناب عبید اللہ صاحب ہمدانی کی معیّت میں ترکی کے چار رُکنی وفد کی جامعہ مدنیہ (جدید) رائے ونڈ روڈ تشریف آوری ہوئی۔ وفد نے جامعہ جدید "مسجد حامد" اور بالخصوص خانقاہ حامدیہ (مدرسۃ الصوفیہ) کے قیام میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور بتلایا کہ اراکینِ وفد کا تعلّق بھی سلوک کے سلسلہ نقشبندیہ سے ہے۔ تناول ماحضر کے بعد اراکینِ وفد نے جامعہ جدید کے لیے دعاءِ خیر کی بعد ازاں عربی میں اپنی وقیع رائے قلمبند فرمائی جس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسّلام علی سیّدنا محمّد وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ ہم نے اپنے بعض بھائیوں کے ساتھ جامعہ مدنیہ جدید میں حاضری دی جس کی بُنیاد الاستاذ الشیخ سیّد حامد میاں صاحبؒ نے رکھی۔ ہماری ملاقات الشیخ محمود میاں سے ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہ "جامعہ مدنیہ جدید" اور "مسجدِ حامد" کی تعمیر کرکے بہت عظیم (دین کی) خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اس عظیم خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اللّٰھم آمین ہماری پاکیزہ دُعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔

۶ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

۳ نومبر ۲۰۰۰ء

دستخط

(۱) محمد شعبان شومی حزب الفضیلۃ ممبر پارلیمنٹ ترکی

(۲) عمر فاروق الترکی امین اتحاد الاسلامی العالمی

(۳) محمد سِلائے حزب الفضیلۃ ممبر پارلیمنٹ ترکی

(۴) محمد عاطف المستشار لرئیس الحزب الفضیلہ ترکی

پروفیسر میاں محمدؒ افضل اوکاڑوی (قسط: ۱)

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

میرا بھائی میرا رہبر

مولانا محمدؒ امین صفدر اوکاڑویؒ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم؛

کچھ دوستوں کا اور چند ایک عُلمائے کرام کا اصرار ہے کہ مَیں مولانا محمدؒ امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر بھائی ہونے کے ناطے کچھ تحریر کروں تاکہ اس نابغہ روزگار کی زندگی کے پوشیدہ گوشے عوام کے سامنے بے نقاب ہوں اور وہ ان کے حالات زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کر دُنیا و عقبٰی میں کامرانیوں سے ہمکنار ہوں۔

لیکن مَیں اپنی کم علمی اور نالائقی کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اس کام کے قابل نہیں سمجھتا۔ تاہم خطیب بے بدل مولانا عبدالکریم ندیم صاحب خانپوری کے شدید اصرار پر حسب استطاعت اس کام کو کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے۔ اگر اس سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچے گا تو اس کا اجر مولانا عبدالکریم ندیم کو بھی ملے گا۔ بصورتِ دیگر تمام کوتاہیوں کا ذمّہ دار یہ بندہ پُر تقصیر ہوگا۔

پیدائش

میرے برادر بزرگ جناب مولانا محمدؒ امین صفدر ۴ر اپریل ۱۹۳۴ءکو میاں ولی محمدؐ کے ہاں ریاست بیکانیر ضلع گنگانگر میں پیدا ہُوئے۔ ہمارا خاندان جالندھر شہر کی نواحی آبادی بستی غزاں کا رہائشی تھا۔ ہمارا تعلّق ارائیں قوم سے ہے اور ہمارا خاندانی پیشہ کئی پشتوں سے باغبانی تھا۔ ہمارے داداجان میاں پیر محمدؐ

کی زرعی اراضی علاؤل پور دھوگڑی ضلع جالندھر میں تھی۔ انھوں نے اپنی محنت شاقہ سے تین مربع زمین ریاست بیکانیر کے ضلع گنگانگر میں خریدی تھی اور اس زمین کو آباد کرنے کے لیے ہمارے والد صاحب کو وہاں بھیجا تھا جہاں سکونت پذیر ہونے کے دوران برادر محترم کی پیدائش ہوئی۔ ہمارے دادا جان اور والد صاحب اُس زمانہ کے پرانے پاس صوم وصلوٰۃ کے پابند بزرگ تھے۔ بھائی صاحب کی پیدائش سے قبل والد صاحب کے تین بیٹے اور ایک بیٹی صغرسنی میں ذخیرۂ آخرت ہو گئے تھے۔ صرف پلوٹھی کی بہن فاطمہ بی بی زندہ تھیں۔ والد صاحب ریاست بیکانیر جانے سے پہلے موجودہ ضلع فیصل آباد کے گاؤں چک نمبر ۶۲ جھلاراں میں دادا جان کے حکم سے بسلسلۂ ملازمتِ باغبانی اقامت گزیں تھے کہ وہاں ایک عالم باعمل فاضل دیوبند مولانا سیّد شمس الحق شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ وہ انگریز حکومت کے باغی تھے اور اس کے شر سے بچنے کے لیے رُوپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ والد صاحب چونکہ دین سے محبّت رکھنے والے تھے اس لیے آپ اُنکے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے اور اُنکی خدمت میں شب و روز مصروف ہو گئے۔ والد صاحب نے ایک دن مناسب موقعہ دیکھ کر حضرت سے التماس کی کہ حضرت جی میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد سے نوازے کیونکہ میرے بچّے صغرسنی میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اُنھوں نے دُعا فرمائی اور بشارت دی کہ ولی محمد خدا تعالیٰ تمھیں سات بیٹے دے گا اور وہ سب کے سب صاحب اولاد ہوں گے۔ مزید فرمایا کہ اپنے پہلے بیٹے کو عالم دین بنانا۔ والد صاحب نے ان سے وعدہ کر لیا جب بھائی صاحب پیدا ہوئے تو انہی بزرگ کے حکم سے ہی بھائی صاحب کا نام محمدّ امین رکھا گیا۔ اس خُدا رسیدہ بزرگ کی پیش گوئی پُوری ہوئی اور بھائی صاحب کے بعد والد صاحب کو خدا تعالیٰ نے مزید چھ بیٹے عطا کیے اور وہ سب کے سب صاحب اولاد ہوئے۔ اِس وقت ہم پانچ بھائی زندہ ہیں۔ بھائی صاحب کی وفات سے ڈیڑھ سال پہلے مجھ سے بڑے ہمارے ایک بھائی میاں محمد اسلم صاحب جو رحیم یار خاں اقامت پذیر تھے قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ دُعا ہے کہ ذات باری تعالیٰ ہمارے ان دونوں مرحوم بھائیوں کو غریق رحمت فرمائے۔

خاندانی حالات

ہمارے دادا جان میاں پیر محمد صاحب اور والد محترم میاں ولی محمدّ صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند اور دین سے محبّت کرنے والے بزرگ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے چچا جان میاں نور محمد اور میاں عبدالکریم دادا جان کے ہمراہ سابقہ ضلع لائل پور کے مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہو گئے۔ آبائی زمین چونکہ دادا جان

نام تھی اس لیے اُنھوں نے اپنی اولاد کی خواہش کے برعکس پاکستان آکر ہندوستان کی متروکہ زرعی زمین کے بدلے زرعی اراضی لیہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں الاٹ کروا لی اور خود چچا نُور محمدؒ کے پاس رجانہ کے نزدیک چک نمبر ۳۳۶ گ ۔ب میں رہائش پذیر ہو گئے ۔

ہمارے والد ماجد پاکستان بننے کے بعد چک نمبر ایل ۔ ۵۵/۲ ضلع منٹگمری (حال ضلع اوکاڑہ) میں رہائش پذیر ہو گئے اور ذریعہ روزگار اپنے خاندانی پیشہ باغبانی کو بنایا اور اوکاڑہ کے نواح میں چند ایک باغات لگائے ۔ بعد میں چک نمبر ایل ۔ ۵۵/۲ کے چودھری غلام قادر قادیانی کی ملازمت اختیار کر لی ۔ اس کی زمین میں باغ لگایا اور اس کے دیگر زرعی مربعوں کے مختار کار بنے ۔

ہمارے والد صاحب کی حمیتِ دینی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آپ نے اٹھارہ سال تک ایک قادیانی کی ملازمت کی اور اس دوران اس کے گھر سے پانی کا گھونٹ تک پینا گوارا نہیں کیا ۔ والد صاحب کو حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے والہانہ عقیدت تھی ۔ اس لیے مجلس احرارِ اسلام سے تعلّق رکھتے تھے چودھری غلام قادر قادیانی کبھی کبھی والد صاحب سے کہا کرتا تھا کہ میاں ولی محمد تم میرے سب سے بڑے دُشمن ہو ۔ والد صاحب پُوچھتے چودھری صاحب کیوں ؟ تو وہ کہتا اس لیے کہ تم مجھے کافر کہتے ہو ۔ والد صاحب بڑے آرام سے جواب دیتے کہ مَیں آپ کو اس لیے کافر کہتا ہوں کہ آپ واقعی کافر ہیں اور تمام مُسلمان آپ لوگوں کو کافر ہی کہتے ہیں ۔ اس میں میرا کیا قصور ہے تو وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتا ۔ بعض اوقات تنگ میں آکر کہتا کہ میاں ولی محمد تم میرے بڑے مخلص سجن (دوست) ہو ۔ والد صاحب پُوچھتے کیوں ؟ تو وہ جواب دیتا اس لیے کہ تم میرے کام میں کسی قسم کی کوتاہی اور بد دیانتی نہیں کرتے ہو ۔ والد صاحب فرماتے چودھری صاحب! یہ تو میرا فرض ہے آپ پہ کوئی احسان نہیں ۔ ہمارے گاؤں چک نمبر ایل ۔ ۵۵/۲ میں بڑے زمیندار زیادہ تر قادیانی تھے ۔ انھیں والد صاحب اور چودھری غلام کا تعلّق ایک آنکھ نہ بھاتا ۔ وہ وقتاً فوقتاً چودھری کے کان والد صاحب کے خلاف بھرتے رہتے اور والد صاحب کو ملازمت سے نکالنے کے لیے اس پہ زور دیتے رہتے لیکن وہ ان کی بات ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکال دیتا اور ان کی خواہش پُوری نہ کرتا ۔

دوسری جانب والد صاحب کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی چودھری غلام قادر والد صاحب کو بُلاتا (وہ اوکاڑہ شہر میں رہائش پذیر تھا) تو آپ حساب کتاب کی کاپی جیب میں ڈالتے اور چودھری سے ملنے چلے جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مَیں ہر مرتبہ یہ فیصلہ کر کے جاتا ہوں کہ اگر چودھری نے کوئی بدتمیزی کی

توحساب کی کاپی اُس کے مُنہ پر دے ماروں گا اور ملازمت ترک کروں گا۔ الغرض یہ تعلق اسی طرح چل رہا تھا کہ بھائی صاحب نوجوان عالم بن گئے اور قادیانیوں سے مناظرے شروع کر دیے اور قادیانی ہر مناظرہ میں شکست فاش سے دوچار ہوتے رہے قادیانیوں نے چودھری غلام قادر کی شکایات مرزا بشیر الدین محمود تک پہنچانی شروع کر دیں کہ چودھری غلام قادر کے مالی کا بیٹا ہم سے مناظرہ کرتا ہے اور ہمیں کافر بتاتا ہے۔ اس کے باوجود چودھری اپنے مالی کو ملازمت سے برخواست نہیں کرتا لیکن چودھری غلام قادر ربوے کے دباؤ کو برداشت کرتا رہا اور کہتا کہ میاں ولی محمدّ میرا مختارِ کار ملازم ہے۔ قادیانیوں کی مسجد کا امام نہیں کہ اسے برطرف کر دیا جائے۔

مرزا بشیر الدّین محمود کی وفات کے بعد اِدھر بھائی صاحب کے مناظرے تیز ہو گئے۔ اُدھر ربوے والوں کے دباؤ میں اضافہ ہُوا تو ایک دن چودھری غلام قادر نے والد صاحب کو بُلایا اور کہا کہ میاں ولی محمد اَب میری جماعت کا دباؤ میرے لیے حدِ برداشت سے زیادہ ہو گیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ اپنے بیٹے محمدّ امین کو مناظروں سے روک دو بصورتِ دیگر مَیں آپ کو ملازمت سے جواب دے دوں گا۔ والد صاحب نے یہ سُن کر کہا کہ مَیں ابھی ملازمت سے استعفٰی دیتا ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے کو نیک کام سے نہیں روکوں گا اور چودھری صاحب کی ملازمت تیاگ کر واپس آ گئے۔ اب چودھری صاحب نے باغ کی حفاظت کے لیے جو مالی رکھا وہ خوشامدی اور بُزدل قسم کا تھا۔ گاؤں والوں نے دو سال کے اندر اندر باغ کو بطور ایندھن استعمال کیا اور اس کا ستیاناس کر دیا۔ جو باغ چار ہزار روپے ٹھیکہ پر اُٹھتا تھا کوئی اُس کا ہزار روپیہ دینے پر بھی تیاّر نہ ہُوا۔ اتنا مالی نقصان دیکھ کر حواس باختہ ہو کر والد صاحب کے پاس آیا اور منت سماجت کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ کل پھر تمہاری جماعت تمہیں تنگ کرے گی کیونکہ میرا بیٹا تو مناظرے کرتا ہی رہے گا اس لیے میں تمہاری پیش کش کو قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اس پر اُس نے کہا میاں ولی محمد مَیں اس سلسلہ میں جماعت کی کوئی بات نہیں مانوں گا۔ مَیں اتنا مالی خسارہ برداشت نہیں کر سکتا۔ مزید برآں والد صاحب کی تنخواہ اور سابقہ مراعات میں کافی اضافہ کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت قبول کرنے پہ آمادہ کر لیا۔ چودھری غلام قادر کی وفات تک والد صاحب اس ملازمت پہ قائم رہے اس کی وفات کے بعد والد صاحب نے ملازمت سے استعفٰی دیدیا۔ چودھری صاحب کے بیٹے جو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں پر فائز تھے۔ انھوں نے والد صاحب کو بڑی منّت سماجت اور ترغیب و تحریص کے ذریعے استعفٰی واپس لینے کو کہا لیکن والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے

باپ کے ساتھ تو میری بن جاتی تھی کیونکہ وہ میری تلخ باتوں کو برداشت کر لیتا تھا لیکن تم میں اتنا حوصلہ کہاں۔ اس لیے مَیں تمہاری ملازمت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد والد صاحب لیہ والی زمین کو آباد کرنے کی نیت سے لیہ چلے گئے اور اس بنجر زمین کو چار پانچ سال میں گُل و گلزار بنا دیا۔

والد صاحب کافی عرصہ سے دمہ کے مرض میں مُبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود اپنا رزق اپنی محنت سے ہی پیدا کرتے تھے اور کسی بیٹے کا محتاج ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں بیماری نے بہت زور پکڑا تو بیٹوں کے اصرار پر بغرض علاج اوکاڑہ آگئے اور جون ۱۹۷۶ء کے آغاز میں چک نمبر ایل۔ ۵۵/۲ میں وفات پائی۔ والد صاحب کا جنازہ گاؤں کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ کسی شاعر کا یہ شعر والد صاحب کی زندگی کے حسب حال ہے۔

~ وہ مردِ خُدا مست نہ دولت تھی نہ لشکر　　اس پر بھی یہ طرہ تھا کہ جھکتے تھے جہاندار

مولانا مرحوم کے تعلیمی مراحل

چونکہ مولانا مرحوم ایک عالم دین اور ولی اللہ کی دعاؤں کے طفیل منصہ شہود پر آئے تھے اور ان کا نام بھی اس مرد قلندر نے ہی رکھا تھا اس لیے مولانا بچپن سے ہی ذہین و فطین تھے۔ مولانا اپنی کلاس کے ذہین اور محنتی طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا مجھ بندہ ناچیز سے تقریباً ساڑھے نو سال بڑے تھے اس لیے ان کی ابتدائی تعلیم کا کوئی نقشہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔ اتنا یاد پڑتا ہے کہ جب مَیں نے سکول جانا شروع کیا تو مولانا میٹرک کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے والد صاحب نے سکول میں بھائی صاحب کے لیے عربی کا مضمون رکھوایا تھا تاکہ دینی علوم کے حصول میں یہ مضمون اُن کا ممد و معاون ثابت ہو۔ بھائی صاحب نے ناظرہ قرآن مجید حافظ محمد رمضان صاحب سے پڑھا تھا جو کہ غیر مقلد تھے۔ ان کی صُحبت میں بیٹھنے سے غیر مقلدیت کے جراثیم بھائی میں سرایت کر گئے تھے۔ جب نویں جماعت میں ہُوئے تو عربی میں دسترس حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد الجبار صاحب کھنڈیلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑے غیر مقلد عالم تھے۔ ان کی صُحبت میں رہ کر مولانا غیر مقلد بن گئے۔ جب والد صاحب سمجھانے کی کوشش کرتے تو اکھڑ غیر مقلدین کی طرح کوئی بات نہ سُنتے۔ پھر والد صاحب نے بھائی صاحب کو راہ راست پر لانے کے لیے اپنے دوست مولانا محمدؒ حسین صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن مولانا محمد حسین صاحب بھی بھائی

صاحب کی ذہانت وفطانت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور انھیں راہِ راست پر نہ لا سکے۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا ضیاء الدین صاحب اوکاڑوی کے مدرسہ جامعہ محمودیہ میں جو عیدگاہ میں واقع تھا بطور مدرس حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالقدیر صاحب کی محنت اور والد صاحب کی دُعاؤں کے طفیل بھائی صاحب غیر مقلدیّت سے تائب ہوکر جادۂ مستقیم پر گامزن ہوگئے اور پھر اپنی تعلیم کا سلسلہ ان دو حضرات کے ساتھ جوڑ لیا۔ ان دونوں بزرگوں نے جوہر قابل کو پہچانا اور اس کے نکھارنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ بھائی صاحب بھی ان اساتذہ کو رحمتِ خداوندی خیال کرتے ہوئے تن من دھن سے ان پر فدا ہوگئے۔ ان بزرگوں نے اس جوہر قابل کو چمکانے اور تربیت کرنے میں شب و روز صرف کردیئے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (دفین بقیع) آپ پر اتنے شفیق تھے کہ اپنی بیماری اور پیرانہ سالی کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ امین اگر آدھی رات کے وقت بھی میرے پاس پڑھنے کے لیے آؤ گے تو میرا دروازہ تمہارے لیے کھُلا ہوگا۔ اُستاد کی اس حوصلہ افزائی سے بھائی صاحب نے خُوب فائدہ اُٹھایا اور دو سال کی قلیل مُدّت میں کُتب حدیث تک رسائی حاصل کرلی اور اساتذہ کے لیے باعثِ فخر بن گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نے فرمایا امین عجیب آدمی ہے ہم زمین کی باتیں کرتے ہیں تو یہ آسمان کی باتیں سُناتا ہے اور حضرت مولانا ضیاء الدّین سیوہاروی نے ایک مرتبہ اپنے چند دوستوں سے کہا کہ امین اتنا ذہین ہے کہ بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ انور شاہ ثانی ہے۔

چونکہ بھائی صاحب ہم سب بھائیوں سے بڑے تھے میٹرک کرنے کے بعد والد صاحب کی خواہش کے مطابق علم دین کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتے تھے۔ ہم سب بھائی ابھی زیرِ تعلیم تھے اور گھر میں کمانے والے صرف والد صاحب تھے۔ ہمارے گھریلو اور تعلیمی اخراجات کا بار صرف والد صاحب اُٹھاتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں بھائی صاحب نے والد صاحب کا ہاتھ بٹانے کا فیصلہ کیا اور والد صاحب کے مشورے سے جے۔ وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور چنیوٹ چلے گئے۔ اس معاملہ کو بھائی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سے بھی مخفی رکھا۔ مبادا حضرت صاحب (مولانا عبدالحنان صاحب کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا) داخلہ لینے سے منع فرمادیں۔ جب بھائی صاحب چند دن تک غیر حاضر رہے تو حضرت صاحب کو تشویش ہوئی اور والد صاحب کو پیغام بھیج کر بُلایا اور پُوچھا کہ محمدّامین آج کل کہاں رہتا ہے؟ پڑھنے کیوں نہیں آتا؟ والد صاحب نے

ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضرت جی میں کثیر العیال آدمی ہوں اور اکیلا کمانے والا ہوں۔ اخراجات بڑھتے جارہے ہیں اس لیے مَیں نے امین کو جے وی میں داخل کرادیا ہے۔ جے۔ وی کرنے کے بعد واپس آجائے گا تو پھر آپ کے پاس ہی رہے گا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میاں ولی محمد تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تمہارے سات بیٹے ہیں یہ ایک بیٹا تم مجھے دے دیتے تو دیکھتے میں اسے کیا بناتا۔ نیز پُوچھا کہ جب محمد امین جے۔وی کرکے آئے گا تو اسے گورنمنٹ کتنی تنخواہ دے گی۔ والد صاحب نے کہا کہ اسے ۸۰ روپے ماہانہ تنخواہ ملے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ولی محمد تم نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے اگر امین میرے پاس مزید دو سال پڑھ لیتا تو عربی مدارس والے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے اور ۵۰۰ روپے سے زیادہ تنخواہ دیتے۔ لیکن والد صاحب نے بصد منت وزاری حضرت صاحب کو راضی کرلیا اور ناراض نہ ہونے دیا۔

ادھر چنیوٹ میں بھائی صاحب ٹریننگ سکول کے تمام ساتھیوں کی دینی تربیت کرنے لگے اور وہاں امامت وخطابت کے فرائض بھی اپنے ذمّہ لے لیے۔ ان دنوں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھرپور جوان تھے بھائی صاحب فارغ وقت میں ان سے ملتے اور اُن سے ہر ممکن استفادہ کی کوشش کرتے اور مولانا منظور احمد صاحب بھی بڑے بھائیوں کی طرح بھائی صاحب سے شفقت کا سلوک کرتے ـــــ یہ تعلق تادم مرگ قائم رہا۔ بھائی صاحب جے۔ وی کرنے کے بعد جب واپس آئے تو ستلج کاٹن ہائی سکول سے بطور اُنٹرینڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا اور ساتھ ساتھ فرق باطلہ کا تعاقب شروع کردیا جن میں قادیانی، عیسائی، بدعتی اور غیر مقلدین خاص طور پہ شامل تھے۔ اس دوران مولانا عبد القدیر اور حضرت صاحب جامعہ محمودیہ عیدگاہ چھوڑ کر جامعہ عثمانیہ گول چکراوکاڑہ میں تشریف لے گئے لیکن بھائی صاحب کا سلسلۂ تلمّذ اُن کے ساتھ قائم رہا۔

۱۹۵۵ء میں بندہ نے پرائمری کا امتحان پاس کیا تو والد صاحب نے مجھے جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں داخل کرادیا۔ ان دنوں حضرت مولانا عبد الحمید سیتا پوری رحال مفتی وشیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) اس مدرسہ میں بطور صدر المدرسین تشریف لائے تھے۔ بھائی صاحب دن کو ستلج کاٹن ہائی سکول میں ملازمت کرتے اور عصر کے بعد حضرت مولانا عبد الحمید صاحب سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی کُتب پڑھتے جن میں تحذیر النّاس اور آب حیات بھی شامل تھیں مغرب کے بعد فارسی اور ابتدائی عربی کے طلباء کو چند ایک اسباق پڑھادیتے تاکہ حضرت مولانا عبد الحمید صاحب کے کام میں معاونت ہوجائے اور اُن کے کام کا بوجھ کم ہوجائے۔ علی الصبح اُٹھتے اور گاؤں چلے جاتے اور نماز فجر گاؤں کی مسجد میں ادا کرتے اور بعد از نماز درس قرآن کریم دیتے۔ جس کے ذریعے

تمام فرق باطلہ کا رد فرماتے خصوصاً قادیانی فتنے کا بڑے مؤثر انداز میں اور بڑی حکمت سے تعاقب کرتے۔

میرے بھائی مرحوم نے اپنے گاؤں میں فی سبیل اللہ بیس سال تک درسِ قرآن دیا۔ گاؤں میں قادیانیت کو پھلنے پھولنے کا موقعہ نہ دیا۔ ہمارے گاؤں میں بچوں کے ناظرہ قرآن پاک پڑھانے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ گاؤں کے مسلمان ـــــ دُنیا دار تھے۔ دین سے ان کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جو ہماری مسجد کے امام تھے وہ نابینا حافظ تھے۔ اُن کی اہلیہ فوت ہوچکی تھی اس لیے بچیوں کی تعلیم کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے والد صاحب نے ہماری والدہ صاحبہ سے کہا کہ گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک پڑھا دیا کرو ثواب کا کام ہے۔ والد صاحب کی اس خواہش کو والدہ صاحبہ نے باحسن وجوہ پُورا کیا اور گاؤں کی تین نسلیں (بحمداللہ) قرآن پاک پڑھنے کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ پڑھنے والے بچوں کے ساتھ قادیانیوں کے بچے بھی آجاتے تھے اور والدہ صاحبہ انہیں بھی قرآن پاک پڑھا دیتی تھیں۔ وہ قادیانی بچے بچیاں ہمارے گھر کے دینی ماحول سے بہت متأثر ہوتے تھے اور اُن میں سے بہت سے بچے بچیاں بڑے ہوکر مسلمان ہوگئے اور اُنھوں نے قادیانیوں کے رشتوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں میں شادیاں کیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے مرحوم بھائی کی کوششیں باعث صد فخر تھیں ایسے بچے بچیاں جب مسلمان ہو جاتے تو پھر بھائی صاحب ان کی برادری کے مسلمان رشتہ داروں کو پُورے پنجاب میں تلاش کرکے بڑی تگ و دو کے بعد ان کے لیے مناسب رشتے تلاش کر کے اُن ـــ بچے بچیوں کا مسئلہ حل فرما دیتے۔

قادیانیوں کے با اثر اور صاحب ثروت ہونے کے باوجود ہمارے گاؤں میں آج تک کسی غریب مسلمان کا بچہ بچی بھی قادیانی نہیں ہُوا۔ ہاں قادیانیوں کے کچھ بچے بچیاں ضرور مسلمان ہُوتے ہیں۔ یہ سب ہمارے مرحوم بھائی کے درس قرآن اور والدہ صاحبہ کی خدمتِ قرآن کی بدولت ہُوا۔ (فللہِ الحمد) ہماری والدہ صاحبہ بحمداللہ تاحال حیات ہیں۔ اُن کی عمر سو سال کے قریب ہے۔ اب نظر تقریباً ختم ہوچکی ہے اور بہت کمزور ہیں اس کے باوجود اُنکا کوئی روزہ اور کوئی نماز اب تک قضا نہیں ہوئی۔ (فللہِ الحمد)

الغرض بھائی صاحب صبح درس قرآن دیتے دن کو سکول میں پڑھاتے۔ سکول کے بعد حضرت مولٰنا عبدالقدیر حضرت مولانا عبدالحنان اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) سے تحصیل علم میں مصروف رہتے اور رات کے وقت چھوٹی کتابوں والے طلباء کو اسباق پڑھاتے تھے۔

اس زمانہ میں بندہ خاکسار نے مولانا کے غیر مقلدین کے ساتھ مناظرے سُنے اور اُنھیں کتابیں چھوڑ کر

بھاگتے ہُوئے بھی دیکھا۔ اوکاڑہ میں بریلوی حضرات نے جب ہمارے اکابر کے خلاف تقاریر شروع کیں تو مَیں نے وہ وقت بھی دیکھا جب بھائی کے ساتھ چند ایک نوجوان ہوتے اور آپ بریلویوں کے کذب و افتراء کا جواب ان کے محلوں اور گلیوں میں تقریر کی صُورت میں دیتے اور جہاں بریلویوں کے معتقدین کو بھائی صاحب کے ہاتھ پر تائب ہوتے دیکھا وہاں اُن کی جانب سے بھائی صاحب اور ان کے ساتھیوں پر سنگ باری کا منظر بھی مشاہدہ کیا۔

الغرض مولانا محمدؐ امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلّق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے کس مدرسے میں نہیں پڑھا مَیں اُن کی غلط فہمی دُور کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے اپنے وقت کے بڑے بڑے عُلماء سے درس نظامی کی کتابیں سبقًا سبقًا پڑھی تھیں اور حدیث میں آپکے اُستاد حضرت مولانا عبد الحنان صاحب شاگرد رشید مولانا انور شاہ کاشمیریؒ (فاضل دیوبند اور دفین بقیع) ہیں۔

مولانا محسود تھے

یہ ایک عجیب بات کہ بڑے آدمیوں سے ہمیشہ اُن کے معاصرین نے حسد کیا ہے اور جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اس سے حاسدین اور ناقدین بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ اُن کے حاسدین آج تک موجود ہیں۔ میرے بھائی کے حاسدین میں غیر تو شامل ہی ہَیں اپنے بھی اس سلسلہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ (فالی اللہ المشتکیٰ)

اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے اوکاڑہ کے ایک نوجوان عالم جن کے اوکاڑہ قدم جمانے میں میرے بھائی نے شب و روز صرف کر دیے تھے۔ بصورت دیگر وہ اوکاڑہ چھوڑ کر بھاگنے کو تیّار تھے۔ وہ بھائی صاحب کے معتقدین سے کہا کرتے تھے امین کو کیا آتا ہے اسے مرزائیت اور عیسائیت تو مَیں نے پڑھائی ہے۔ وہ کوئی عالم تھوڑا ہے تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے لگے ہُوئے ہو۔ حالانکہ مجھے اب تک یاد ہے کہ ان موصوف نے بھائی صاحب کے حاشیہ والی بائبل لے کر اپنی بائبل پر نشان لگائے تھے۔ جب بھائی صاحب کو ان باتوں کی خبر ہوتی اور کوئی ذکر کرتا کہ فلاں صاحب یُوں کہتے ہَیں تو آپ حسبِ عادت مُسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ دو نوجوان عُلماء جو کہ حضرت مولانا عبد الحمید صاحب کے شاگرد بھی تھے مولانا سے شکوہ کرنے

لگے کہ حضرت ہم آپ کے شاگرد بھی ہیں اور ہم نے دَورہ حدیث بھی فلاں مدرسہ سے کیا ہے اور امین نے کسی مدرسہ سے دَورہ حدیث نہیں کیا آپ اسے ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر آپ کی شفقت ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے ۔ یہ باتیں سُن کر مولانا خاموش رہے۔ جب اُنھوں نے پھر اپنی حق تلفی کا ذکر کیا اور اصرار کیا کہ آپ امین پر شفقت و محبّت ضائع نہ کریں اس کے مستحق تو ہم ہیں تو مولانا نے جواب دیا ٹھیک ہے کہ امین نے تمہاری طرح کسی بڑے مدرسہ سے دَورہ حدیث نہیں کیا لیکن اسے آبِ حیات (حضرت نانوتویؒ کی کتاب) آتی ہے تم اس کا ایک صفحہ پڑھ کر مجھے سمجھا دو تو مَیں امین کو چھوڑ دوں گا۔ اس پر دونوں حضرات مبہوت ہوگئے اور مولانا سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ یہ بندہ ناچیز آج اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ ابتدا میں مجھے بھی مولانا مرحوم سے حسد ہو گیا تھا لیکن مَیں اس کا برملا اظہار نہیں کرتا تھا بلکہ اس بات کو دل ہی میں رکھتا تھا اور مولانا کی مقبولیت عامہ کو بنظرِ حسد دیکھا کرتا۔

مَیں نے دَورۂ حدیث ۱۹۶۳ء میں جامعہ خیر المدارس سے کیا تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا علاّمہ محمد شریف کشمیریؒ صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مرحوم میرے دورۂ حدیث کے اساتذہ میں شامل تھے۔ خاندانی ذہانت کا کچھ حصّہ مجھے بھی ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ دورہ حدیث کے دوران بندہ ان طلباء میں شامل تھا جو عبارت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت علاّمہ کشمیری صاحبؒ مجھ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت وفاق المدارس کی عمر صرف ایک سال تھی اور طلبہ کے لیے وفاق کا امتحان دینا لازم نہ تھا۔ مَیں ان چند طلباء میں شامل تھا جنھوں نے وفاق المدارس کا امتحان دیا تھا۔ یہ امتحان بندہ نے درجہ علیاء میں پاس کیا اور خیر المدارس کے ساتھیوں میں دوسرے نمبر پر رہا۔ ایک سال تک سیّد نیاز احمد شاہ صاحب کے مدرسہ جامعہ قادریہ تلمبہ میں بطور صدر المدرسین کام کیا اور حسامی تک کے اسباق پڑھائے اس وقت حافظہ بھی خاصا قوی تھا۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا تھا۔ مَیں بعض اوقات سوچتا کہ لوگ خواہ مخواہ بھائی امین صاحب کو اُٹھائے پھرتے ہیں۔ حالانکہ وہ باضابطہ عالم بھی نہیں۔ مَیں لوگوں کی عقل پر ماتم کرتا کہ انہیں کھرے کھوٹے اور اصلی اور نقلی عالم میں تمیز ہی نہیں خواہ مخواہ بھائی صاحب کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہے۔ چار پانچ سال تک یہ کیفیّت رہی لیکن اس کے اظہار کی جُرأت کبھی نہ ہوئی۔ اس کے بعد مَیں نے جب علمی زندگی چھوڑ کر سکول و کالج کی ملازمت شروع کر دی اور دیکھا کہ مَیں تو بھائی صاحب کی طرح کا ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے جذباتِ حسد ختم کر کے وہاں جذبات رشک پیدا

فرمادیے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دُعائیں کرتا کہ خُدایا مجھے بھی مولانا محمدؐ امین جیسا بنادے اور مجھ سے بھی کچھ کام لے لے۔ لیکن اللہ کے ہاں میری یہ دُعائیں مستجاب نہ ہُوئیں۔ بھر پور جوانی میں جب میری عمر بتیس سال تھی اور میں گورنمنٹ ڈگری کالج بورے والا میں بطور لیکچرار کام کر رہا تھا تو مجھے شوگر جیسی نامُراد مرض نے دبوچ لیا۔ اور آہستہ آہستہ حافظہ اور یادداشت متأثر ہوتی رہی اور مولوی امین جیسا بننے کی خواہش بھی دم توڑ گئی اور بفضل خُدا اپنی نالائقی کا احساس بھی ہوگیا۔ پھر مَیں اپنے بھائی پر فخر کرنے لگا کہ مَیں مولانا محمدؐ امین جیسے یگانہ روزگار کا برادرِ عزیز ہوں۔ الغرض بھائی صاحب کے بارہ میں مجھ پر تین دَور گزرے ہیں۔ پہلا دَور بھائی صاحب سے حسد کرنے کا تھا دوسرا دَور بھائی صاحب پر رشک کرنے کا تھا اور تیسرا دَور بھائی صاحب پر فخر کرنے کا تھا اور اب بھائی صاحب پر فخر کرنا ہی سرمایۂ حیات ہے اور انشاء اللہ ذریعہ نجات بھی ہوگا۔ (جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہُوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہُوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)

انتقال پر ملال

۳۱؍اکتوبر کو حضرت مولانا محمدؒ امین صاحب اوکاڑی عارضہ قلب کے سبب انتقال فرما گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ مولانا پورے ملک میں مسلک دیوبند کے تحفّظ کی خدمات میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کفر و الحاد کے مقابلہ میں شمشیر بے نیام تھے۔ عیسائی قادیانی اور پرویزی مناظر آپ کے نام سے لرزتے تھے۔ بہت سے غیر مقلد آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے حق کی حقانیت اور باطل کے بطلان کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ ہر شخص آپ کی بات کو دلچسپی کے ساتھ بغور سُنتا تھا اور مطمئن ہو کر جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے اور مولانا کی وفات سے ہونے والے خلا کو پُر فرما کر کارِ خیر کے سلسلہ کو جاری فرمائے رکھے آمین۔

○

گزشتہ ماہ ۱۵؍نومبر کو حضرت مولانا لقمان صاحب علی پوری حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پاگئے اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون، مولانا اپنے علاقہ کے ہر دل عزیز عالم تھے۔ جمعیت علماء اسلام میں رہ کر تمام زندگی آپ نے دین حق کی خدمت میں گزاری جمعیت پر جب بھی کوئی آڑا وقت آیا مولانا کو ہمیشہ متفکر و متحرک پایا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

○

گزشتہ ماہ ۷؍نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے معاون اور حضرت اقدسؒ بانی جامعہ کے پُرانے عقیدت مند اکبری سٹور کے مالک جناب اکبر الٰہی صاحب طویل علالت کے بعد ۷۵ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون، مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ چار پانچ ماہ قبل بندہ مزاج پُرسی کے لیے گیا تو اُن کو نصیحت کی کہ اب آپ ڈاڑھی رکھ لیں اللہ تعالیٰ سے گزشتہ کی معافی مانگ لیں زندگی کا کچھ پتہ نہیں اب آخری وقت ہے اس وقت تو چُپ ہو گئے ایک ڈیڑھ ماہ بعد میں پھر گیا تو دیکھا ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ مَیں نے مُبارکباد دی۔ فرمانے لگے وقت کی بات ہوتی ہے آپ کی بات دل کو لگ گئی تو ڈاڑھی رکھ لی۔ دُعا ہے کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو آمین جملہ مرحومین کے لیے جامعہ جدید میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔

أَلأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعْدَدْتَهَا
ماں ایک ایسا مدرسہ ہے اگر تُو نے اسے تیار کر دیا

أَعْدَدْتَ شَعْبًا طَيِّبَ الأَعْرَاقِ
تو اعلیٰ اور عُمدہ نسل کی ایک قوم تیار کر دی

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجَامِعَةُ المُحَمَّدِيَّة لِلْبَنَات

داخلہ

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلُ الدِّيْن

چھ سالہ عالمہ کورس (ایم اے عربی و اسلامیات)

طالبہ اس مرحلے میں علومِ عربیہ اور دینیہ میں سے صرف، نحو، بلاغة، عربی ادب، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فرائض، اسلامی تاریخ اور سیرت کی تعلیم حاصل کرے گی اور علومِ عصریّہ میں سے وہ جُملہ علوم حاصل کرے گی جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں یا اسلامی معاشرے کی مصلحت اس کی مقتضی ہے تاکہ جہاں وہ اسلامی اور عصری ثقافت سے مکمل طور پر آگاہ اور باخبر ہو، وہاں اِس دَور کی نئی نسل کی تربیت پر بھی قادِر ہو، اور ایک عظیم ماں، مثالی بیوی، بیدار مغز بہن اور پابندِ شریعت بیٹی کا کردار ادا کر سکے۔

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلِ الدِّيْنِ بِالْجَامِعَةِ المُحَمَّدِيَّةِ لِلْبَنَات کا چھ سالہ نصابِ تعلیم اور قواعد وضوابط (prospectus) آپ جامعہ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں یا بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلُ الدِّيْن
میں شروط کے مطابق
داخلہ
جاری ہے

بیرونی طالبات کے لئے

کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولتوں سے آراستہ وسیع وعریض دار الاقامة موجود ہے

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلُ الدِّيْن میں داخلہ کی شروط:

- طالبہ کی عُمر ۱۸ سال سے زائد نہ ہو۔
- طالبہ نے میٹرک کا امتحان کم از کم (سی) گریڈ میں پاس کیا ہو۔

غلام مُصطفےٰ حسن مہتمم الجامعة المحمدیۃ للبنات ۸۶۔اے کشمیر روڈ، غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان
Phone : (0092) 41 - 691700 / 681700 Fax : (0092) 41 - 682700

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

قارئین محترم رمضان کی آمد آمد ہے اور رمضان و قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لیے اس موقع پر ہم قرآن کی روشنی میں کچھ باتیں عرض کریں گے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ

مذکورہ عنوان سورۂ قصص کی ایک آیت کے شروع کا حصّہ ہے پُوری آیت اس طرح ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۲۸ : ۶۸)

آپ کے پروردگار جو چاہتے پیدا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں منتخب فرمالیتے ہیں، اِن لوگوں کو (اپنی مرضی سے) انتخاب کا کوئی حق نہیں اللہ پاک و برتر ہیں ان چیزوں سے جنہیں یہ اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

اس آیتِ مُبارکہ کا نزول بعض مُفسّرین کے کہنے کے مطابق اُس وقت ہُوا جبکہ اہلِ مکّہ نے کہا کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) میں آخر کیا ایسی خُوبی پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوّت و رسالت کے لیے اُنکا انتخاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہی تھا تو مکّہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی کو رسول بناکر بھیج دیتے، مکّہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی جیسے لوگ موجود ہیں اِن میں سے کسی کو نبی و رسول بناکر بھیج دیتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اہلِ مکّہ کا قول نقل فرماتے ہیں

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۴۳ : ۳۱)

اور اُنھوں نے کہا کہ کیوں نہیں اُترا یہ قرآن اِن دونوں بستیوں (مکّہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر

مذکورہ بالا آیت سے اہلِ مکہ کو جواب دیا گیا کہ تمہیں یہ بات کہنے کا کوئی حق نہیں اس لیے کہ منصبِ نبوّت و رسالت ایسے منصب ہیں کہ ان کے لیے افرادِ کار کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت کا نزول اُس موقع پر ہُوا جبکہ یہودیوں نے یہ کہا کہ اگر نبی (علیہ السلام) کی طرف وحی لانے والے فرشتے جبریل کے علاوہ کوئی اور ہوتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے مذکورہ آیت سے ان کا جواب دیا گیا کہ تمہیں اس قسم کی بات کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ تخلیق و اختیار کا حق اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وُہی ہر ایک کو پیدا فرماتے ہیں اور وُہی انتخاب فرماتے ہیں کہ کون کس منصب کے لائق ہے۔

فضیلت کا معیار اختیارِ خداوندی ہے

علّامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا آیت سے ایک عظیم ضابطہ اخذ کیا ہے وہ یہ کہ "دُنیا میں جو ایک جگہ کو دوسری جگہ پر یا ایک چیز کو دوسری چیز پر فضیلت دی جاتی ہے یہ اس چیز کے کسب وعمل کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بلاواسطہ خالقِ کائنات کے انتخاب و اختیار کا نتیجہ ہوتا ہے"۔

علّامہ اسماعیل حقی رح (م: ۱۱۳۷ھ) نے اس آیت کے ذیل میں بہت سی ایسی چیزیں ذکر فرمائی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دیگر چیزوں میں سے منتخب فرماکر اُنھیں فضیلت عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ علّامہ حقی رح فرماتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں سے چار فرشتوں جبرائیل، مکائیل، اسرافیل اور عزرائیل کو منتخب فرمایا (پھر اِن سب کا جبریل امین کو سردار بنایا)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں سے پیغمبروں کو منتخب فرمایا، اور پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت عیسیٰ رُوح اللہ اور حضرت محمّد مصطفی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو منتخب فرمایا (پھر حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام انبیاء کا سردار بنایا)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہء کرام کو پیدا فرمایا اور اُن میں سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو منتخب فرمایا۔

۴۔ بسیطِ ارض کو بنایا اور اس میں سے مکّہ مکرّمہ کو حضور علیہ السّلام کی ولادت کے لیے مدینہ طیبہ کو

ہجرت کے لیے اور بیت المقدس کو معراج کے لیے منتخب فرمایا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے دن پیدا فرمائے اُن میں سے جمعہ کو منتخب فرمایا کہ یہ اجابتِ دُعا کا دن ہے۔ یومِ عرفہ (نویں ذی الحجہ) کو منتخب فرمایا کہ یہ فرشتوں پر فخر و مباہات کا دن ہے۔ عید کے دن کو منتخب فرمایا کہ یہ جائزہ اور بدلے کا دن ہے، یومِ عاشوراء (دسویں محرم) کو منتخب فرمایا کہ یہ عطاءِ خلعت کا دن ہے، (اللہ تعالیٰ نے مہینے پیدا فرمائے اور اُن میں سے رمضان کو منتخب فرمایا کہ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے راتیں پیدا فرمائیں اُن میں سے شبِ براءت کو منتخب فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور بندوں کو نداء فرماتے ہیں اور رحمتوں اور برکتوں سے نوازتے ہیں۔ شبِ قدر کو منتخب فرمایا کہ اس رات اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتے زمین کے سنگریزوں کی مقدار زمین پر بھیجتے ہیں اور بندوں پر رحمت نچھاور کرتے ہیں۔ عید کی رات کو منتخب فرمایا کہ اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور گنہگاروں کو بخشتے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا فرمائے اور اُن میں سے کوہِ طور کو منتخب فرمایا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تشریف لے گئے، جبلِ جودی کو منتخب فرمایا کہ وہاں حضرت نوح علیہ السّلام طوفان سے نجات پاکر اُترے، جبلِ نور کو منتخب فرمایا کہ اسی کے غارِ حراء میں حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم نبوّت و رسالت سے سرفراز ہُوئے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے دِل وزبان کو منتخب فرمایا کہ دِل معرفتِ الٰہی کے نُور کا محل ہے اور زبان سے کلمہ شہادت نکلتا ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بہت سی کتابیں نازل فرمائیں اور اُن میں سے چار کو منتخب فرمایا۔

(۱) تورات (۲) زبور (۳) انجیل (۴) قرآن مجید۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو بہت سے مُبارک کلمات دیے اور اُن میں ان چار کو منتخب فرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ [1]

---

[1] تفسیر رُوح البیان ج ۶ ص ۴۲۴

اللہ تعالیٰ نے فارسیوں میں سے حضرت سلمان فارسی کو رومیوں میں سے حضرت صہیب رومی کو حبشیوں میں سے حضرت بلال حبشی کو فضیلت بخشی رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ نے تمام بستیوں میں سے مکہ مکرمہ کی بستی کو تمام وادیوں میں سے بیت المقدس کو تمام پتھروں میں سے حجرِ اسود کو تمام کنوئیں میں سے زمزم کے کنویں کو تمام لاٹھیوں میں سے عصاء موسیٰ کو تمام مچھلیوں میں سے یونس علیہ السّلام کی مچھلی کو تمام اُونٹنیوں میں سے حضرت صالح علیہ السّلام کی اُونٹنی کو تمام چیونٹیوں میں سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کی چیونٹی کو مینڈھوں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے فدیہ میں آنے والے مینڈھے کو فضیلت بخشی۔ ذالک فضل اللہ یوءتیہ من یشاء

اخلاقِ فاضلہ کی جامع تین آیتیں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"امام تفسیر ابن کثیرؒ نے اس جگہ ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ پُورے قرآن میں تین آیتیں اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم و تلقین کے لیے جامع آئی ہیں اور تینوں کے آخر میں شیطان سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے ایک تو یہی سورۂ اعراف کی آیت ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ٥ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥	سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجیے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجیے اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے، بلاشبہ وہ خوب سُننے والا خوب جاننے والا ہے

دوسری سورۂ مؤمنون کی یہ آیت ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ، وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ	یعنی دفع کرو بُرائی کو بھلائی سے ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کہا کرتے ہیں اور آپ یُوں دُعا کیجیے کہ اے میرے پروردگار مَیں آپ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے دباؤ سے اور اے میرے پروردگار مَیں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات

يَحْضُرُوْنِ (مؤمنون ۹۷) سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔

تیسری آیت سورۂ حٰم سجدہ کی یہ ہے

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ (۴۱: ۳۴-۳۵-۳۶)

یعنی نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں، پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے اور یہ بات اُنہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل مزاج ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلا شبہ وہ خُوب سُننے والا اور خُوب جاننے والا ہے۔

ان تینوں آیتوں میں غصّہ دلانے والوں سے عفوو درگزر اور بُرائی کے بدلہ میں بھلائی کرنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو انسانی جھگڑوں سے خاص دلچسپی ہے۔ جہاں جھگڑے کا کوئی موقع پیش آتا ہے شیاطین اس کو اپنی شکارگاہ بنالیتے ہیں اور بڑے سے بڑے بردبار باوقار آدمی کو غصّہ دلا کر حدود سے نکال دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب غُصّہ قابُو میں نہ آتا دیکھیں تو سمجھ جائیں کہ شیطان مجھ پر غالب آرہا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے پناہ مانگیں تب مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہو سکے گی۔" [1]

وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

مذکورہ بالا سُرخی قرآن پاک کی ایک آیت کا حصّہ ہے پُوری آیت اس طرح ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وہ ایسے لوگ ہیں جو خرچ کیے جاتے ہیں خوشی

---

[1] معارف القرآن ج ۴ ص ۱۵۹

وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ　میں بھی اور تکلیف میں بھی اور غُصّہ کو ضبط کرنے
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ　والے اور لوگوں سے دَرگزر کرنے والے ہیں،
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ (۳: ۱۳۴)　اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتے ہیں

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین متقین کی خاص صفات و علامات بتلائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) وہ خوشی اور غمی ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲) غُصّہ کو پی جاتے ہیں۔

(۳) لوگوں سے عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔

ہمارے اکابر و اسلاف کے اندر یہ صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہُوئی تھیں۔ تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے اکابر کی اِن صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ نصیحت و موعظت کے لیے ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

"امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین رح کی ایک باندی آپ کو نماز کے لیے وضوء کروا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام صاحبؒ کے اُوپر آ گرا جس سے (آپ کے کپڑے تو بھیگے ہی) آپ زخمی بھی ہو گئے آپ نے نگاہ اُٹھا کر باندی کی طرف دیکھا تو اُس نے فوراً کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ" (متقی لوگ وہ ہوتے ہیں جو غُصّہ کو پی جاتے ہیں) آپؓ نے فرمایا: مَیں نے اپنا غصّہ پی لیا، باندی نے جب یہ دیکھا تو آیت کا اگلا جملہ پڑھ دیا۔" وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" (متقی وہ ہوتے ہیں جو لوگوں سے درگزر سے کام لیتے ہیں) امام صاحبؒ نے فرمایا: خُدا تجھ سے درگزر فرمائے اس کے بعد باندی نے آیت کا آخری جملہ بھی پڑھ دیا" وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو محبوب رکھتے ہیں، یہ سُن کر امام عالی مقام نے فرمایا: "جا مَیں نے تجھے خدا واسطے آزاد کیا"۔[۱]

ہم لوگ جو ایمان کے دعویدار ہیں ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا اِن صفات میں سے کوئی صفت ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے؟

---

[۱]

ایک رُومی دہقانی کے ایمان لانے کا واقعہ

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رح ذکر فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر رض ایک دن مسجد نبوی میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک رُومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پُوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا مَیں اللہ کے لیے مُسلمان ہوگیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پُوچھا "هَلْ لِهٰذَا سَبَبٌ" کیا اس کا کوئی سبب ہے؟ اس نے کہا ہاں، بات یہ ہے کہ مَیں نے تورات زبور انجیل اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر حال میں ایک مُسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا وہ سُنی تو معلوم ہُوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کُتبِ قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے، مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، چنانچہ میں مُسلمان ہوگیا، حضرت عمر رض نے پُوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس رومی دہقانی نے آیت مُبارکہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ پڑھی اور اس کی تفسیر بھی بیان کی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فرائضِ الٰہیہ سے متعلّق ہے، وَرَسُوْلَهٗ سُنّتِ نبوی سے متعلّق ہے وَيَخْشَ اللّٰهَ گزشتہ عُمر کے متعلّق ہے اور وَيَتَّقْهِ باقی عمر کے متعلّق ہے (جب انسان ان چاروں چیزوں پر عمل پیرا ہوجاتے تو اس کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ کی بشارت ہے اور) فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنّت میں اُس کو ٹھکانہ ملے، حضرت عمر رض نے یہ سُن کر فرمایا نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ" یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔ [1]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۲ ص ۲۹۵

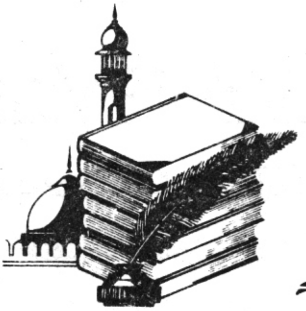

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : الھدایۃ مع نصب الرایۃ (جلد اوّل)

تالیف : شیخ الاسلام برہان الدّین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی رحمہ اللہ

صفحات : ۴۹۰

سائز :

ناشر : مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت :

شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی رحمہ اللہ (م : ۵۹۳ھ) اپنے زمانہ کے کبار فقہاء میں سے تھے۔ علّامہ عبدالحیی لکھنویؒ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"کان امامًا فقیھًا، حافظًا، محدثًا مفسّرًا، جامعًا للعلوم، ضابطًا للفنون، متقنًا، محققًا، نظّارًا مدققًا، زاھدًا ورعًا، بارعًا فاضلًا ماھرًا، اصولیًا، ادیبًا، شاعرًا لم تر العیون مثلہ"[1]

آپ مقتدائے قوم تھے، فقیہ تھے، حافظ الحدیث تھے، محدّث تھے، مفسّر تھے، جامع العلوم اور ماہر فنون تھے، صاحب اتقان تھے، انتہائی محقق صاحب بصیرت اور دقتِ رائے کے مالک عالم تھے۔ آپ عابد وزاہد نہایت پرہیزگار، کامل العلم، فاضل اور ماہر بزرگ تھے آپ اصولی، ادیب اور شاعر تھے آپ جیسا فاضل آنکھوں نے نہیں دیکھا۔

---

[1] الفوائد البہیہ ص ۱۴۱

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی تھیں جن میں سے ایک اہم کتاب "بدایة المبتدی" ہے اس کتاب میں آپ نے امام محمدؒ رحمہ اللہ کی کتاب "جامع الصغیر" اور شیخ ابوالحسین احمدؒ کی کتاب "قدوری" کو جمع کر کے حسبِ ضرورت کچھ مسائل کا اِن پر اضافہ فرمایا تھا، پھر اس کتاب کی اسّی جلدوں میں "کفایة المنتھی" کے نام سے شرح لکھی تھی، افسوس کہ یہ شرح ناپید ہے اگر یہ موجود ہوتی تو نہ معلوم علم کا کس قدر بڑا ذخیرہ اُمت کے ہاتھ آتا۔

پھر آپ نے یہ سوچ کر کہ اتنی بڑی شرح کہیں اُکتاہٹ ہی کا سبب نہ بن جائے اس شرح کی تلخیص کی یہ تلخیص تیرہ سال کے عرصہ میں چار جلدوں میں ہوئی اس کا نام آپ نے "الھدایة" رکھا، آپ نے "الھدایة" کی تصنیف کے زمانہ میں انتہائی ریاضت سے کام لیا، پُورے تیرہ برس روزہ رکھا اور اس قدر رازداری سے رکھا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ یہ اپنے سے پہلے لکھی جانے والی تمام کُتبِ فقہ پر سبقت لے گئی، عُلماء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، مدارس میں داخلِ درس کی گئی اور سبقاً سبقاً پڑھی پڑھائی جانے لگی۔

صاحبِ ہدایہؒ نے اس کتاب میں ہر مسئلہ کی عقلی و نقلی دلیل پیش فرمائی ہے اور انتہائی ایجاز و اختصار کے ساتھ تمام اہم مسائل کو بڑی خوب صُورتی سے کتاب میں جمع فرمایا ہے۔ "ہدایہ" کی ایک بڑی خُوبی یہ بھی ہے کہ اس سے فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ دیگر تین فقہوں کے مسائل بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔

ہدایہ کی اہمیّت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب فخر المحدثین، امام العصر علّامہ انور شاہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ: حضرت آپ "ہدایہ" کی شرح "فتح القدیر" جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سائل نے پُوچھا "ہدایہ" جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں فرمایا: ہرگز نہیں، کتاب تو کیا اس طرح کی چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔[1]

ہدایہ کی جامعیت اور مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ہر دَور میں عُلماء کی توجّہ کا مرکز رہی ہے۔ کسی نے اس پر حاشیہ لکھا، کسی نے شرح لکھی، کسی نے تعلیقات کا اضافہ کیا کسی نے اس کی تجرید کی اور کسی نے اس کی احادیث کی تخریج کی۔

---

[1] مقدمہ نصب الرایہ ص۱۴

احادیثِ ھدایہ کی تخریج کے سلسلہ میں لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے اہم کتاب "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ" ہے جو علّامہ علاء الدّین علی بن عثمان ماردینیؒ (م ۷۵۰ھ) کے شاگردِ رشید علّامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یُوسف زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) کی تصنیفِ لطیف ہے یہ کتاب چار جلدوں میں ہے اور اپنے موضوع پہ بہترین کتاب ہے۔

استاذ مکرم حضرت مولانا محمّد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ امام الاولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے میرے ہاتھ میں "نصب الرایہ" دیکھی تو فرمایا: "مولانا یہ کتاب احادیثِ احکام کا انسائیکلو پیڈیا ہے"۔

علّامہ ابن حجر رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) نے "نصب الرایہ" کی ایک جلد میں تلخیص کی اور الدرایۃ فی منتخب احادیث الھدایۃ" کے نام سے اسے موسوم کیا، علّامہ ابن حجر رحمہ اللہ مسلکاً چونکہ شافعی ہیں اس لیے اُنھوں نے "نصب الرایۃ" کی تلخیص میں اس شان سے کام نہیں کیا جو اُنھوں نے اپنے مسلک پر لکھی جانے والی کتب کی تخریج میں کیا ہے۔ "الدرایہ" میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جن میں جھول پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدینِ زمانہ اس کتاب کو سامنے رکھ کر ہدایہ کے خلاف اپنے بغض و حسد کا اظہار کر رہے ہیں۔

عرصہ سے یہ کتاب ہدایہ کے ساتھ طبع ہو رہی ہے، ضرورت اس امر کی تھی کہ یا تو کوئی حنفی عالم "نصب الرایہ" کی تلخیص کرتا اور وہ ہدایہ کے ساتھ چھپتی یا پھر اصل کتاب "نصب الرایۃ" ہدایہ کے ساتھ شائع کی جاتی، اللہ بھلا کرے مکتبہ شرکت علمیہ ملتان والوں کا کہ اُنھوں نے اس طرف توجہ کی اور "نصب الرایہ" کو ہدایہ کے ساتھ چھاپنے کا پروگرام بنایا، اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہدایہ کی پہلی جلد ہے جس کے ساتھ نصب الرایۃ کی پہلی جلد چھپی ہوئی ہے۔ ناشرین نے ہدایہ کے متن کے ساتھ اس کا حاشیہ قائم رکھتے ہوئے ہر صفحے کی مناسبت سے الدرایۃ کی جگہ نصب الرایہ لگا دی ہے جس سے کتاب کی افادیت دو چند ہو گئی ہے اس سلسلہ میں ہم ناشرین کو ھدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں، البتہ چند چیزوں کی طرف توجّہ دلانا ضروری ہے تاکہ اس کتاب سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

(۱)۔۔۔ چونکہ نصب الرایہ ہدایہ کے سابقہ مطبوعہ متن کے ساتھ جوڑی گئی ہے اس لیے اسے ریڈیوس کرنا پڑا جس کی وجہ سے حاشیہ اور نصب الرایہ کی کتابت نہایت باریک ہو گئی جس کا پڑھنا کمزور نظر والوں کے لیے

دُشوار ہوگیا، اگر کچھ خرچہ کر کے متن حاشیہ اور نصب الرایہ کی نئی کمپوزنگ کرائی جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔

۲۔ ہدایہ کے مطبوعہ متن کے ساتھ جگہ کی تنگ دامنی کے سبب "نصب الرایہ" کے صفحات درمیان میں لگانے پڑے جس کی وجہ سے متن کا تسلسل قائم نہیں رہا۔

۳۔ جگہ پُر کرنے کے لیے اگلے صفحات کے حواشی پچھلے مضمون میں کر دیے گئے جو کتاب کے لیے بدنمائی کا سبب ہے قاری کو آگے چلنے کے بجائے جب واپس لوٹنا پڑتا ہے تو اُس کا ذہن اُلجھتا ہے۔

۴۔ سائیڈ میں جو نمبرات دیے گئے ہیں اُن کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی جس کی وجہ سے قاری کا ذہن تشویش کا شکار ہوگا۔

ہمارے ناقص خیال میں اگر متن، حاشیہ اور نصب الرایہ سب کی کمپوزنگ اس طریقے سے کروائی جاتی کہ اُوپر متن ہوتا اس کے ذیل میں حاشیہ آجاتا پھر اس کے نیچے خُوب صُورت انداز میں نصب الرایہ کردی جاتی تو بہت اچھا ہوتا یہ ضرور ہے کہ اس کے لیے وقت اور پیسہ درکار ہے۔ تاہم اللہ پر نظر کر کے کام شروع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ مایُوس نہیں فرماتے ضرور اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ مکتبہ امدادیہ والوں کی مثال سامنے ہے وہ ہدایہ کی شرح بنایہ کو جدید کمپوزنگ کے ساتھ اغلاط سے پاک کر کے شائع کر رہے جو یقیناً محنت طلب، بالاخرچ کام ہے۔

یا پھر ایسا کیا جاتا کہ ہدایہ کی ہر جلد کے ساتھ آخر میں نصب الرایہ کی متعلقہ جلد یکجا لگادی جاتی تاہم جتنا بھی کام ہُوا ہم اس کی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کو جزاء خیر عطا فرمائے اور مزید کی توفیق دے۔

○

نام کتاب : ماہنامہ الرشید (خصوصی اشاعت)

مرتّب : مولانا عبدالرشید ارشد

صفحات : ۴۹۶

سائز : ۲۰×۳۰/۸

مقامِ اشاعت : ۲۵ لوئر مال لاہور

قیمت : ۲۰۰/

حضرت مولانا عبدالرشید ارشد ملک کے معروف قلمکار ہیں۔ تقریباً ستائیس برس سے ماہوار رسالہ

"الرشید" بڑے تسلسل کے ساتھ چلا رہے ہیں، اِس عرصہ میں آپ نے "الرشید" کے بہت سے وقیع نمبرات شائع کیے ہیں جنھوں نے عُلما و عوام میں پذیرائی حاصل کی ہے۔ "الرشید" کا زیرِ تبصرہ شمارہ بھی ایک خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے اس نمبر میں سرورِ کونین سیّد الثقلین حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے دو غلاموں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ اور حضرت مولانا محمدّ یُوسف لدھیانویؒ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس خُصوصی اشاعت میں حضور علیہ السّلام کا تذکرہ نہایت مختصر ہے لگتا ہے صرف برکت کے لیے کیا گیا ہے اور وہ بھی اُن حضرات کے مضامین سے مزیّن ہے جو مدیر کے مُسَلّم بزرگوں کو تقلید کے ناطے مُوَحِّد ماننے کے لیے بھی تیّار نہیں، اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیرت کے عنوان سے مدیر کے اکابر نے شاید کچھ نہیں لکھا جو دوسروں کی خوشہ چینی کی جاتی ہے۔ بہر طور خیال اپنا اپنا۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مختصر تذکرہ کے بعد عالم اسلام کی دو نامور شخصیات حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ اور حضرت مولانا محمدّ یُوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ کوئی مستقل تصنیف و تالیف کی شکل میں نہیں ہے بلکہ مدیر نے متعدّد جرائد میں جو مضامین اور ادارتی تحریریں ان بزرگوں سے متعلّق شائع ہُوئی تھیں اُن کو جمع کر دیا ہے، بہرحال یہ ایک ایسی کاوش ہے جو اس سلسلہ میں تحریر و تقریر کے شائق اور تاریخ کے طالب کے لیے مفید ہے۔ (ن - ا)

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

اخبار و احوال جامعہ مدنیہ (جدید)

محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور

- ۲۶ر اکتوبر ۔ جامعہ مدنیہ (جدید) کے خازن اور ممبر مجلسِ شورٰی جناب ڈاکٹر سیّد افتخار الدّین صاحب جامعہ جدید میں تشریف لائے مسجد حامد کی تعمیر و ترقّی پر خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا نیز بعد عصر خانقاہ حامدیہ میں ختم خواجگان میں شرکت فرمائی۔

- ۲۷ر اکتوبر۔ جامعہ مدنیہ کے مدرس اور نائب امام مولانا محمّد امین صاحب کے والد محترم حکیم محمد اسماعیل صاحب کا انتقال ہُوا۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم جمعہ کے بعد اُن کے جنازہ میں شرکت کے لیے نارووال تشریف لے گئے۔ عشاء کے بعد واپس تشریف لائے۔

- ۳۱ر اکتوبر۔ مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا سیّد رشید الدّین دامت برکاتہم العالیہ انڈیا سے تشریف لائے لاہور کا ویزا نہ تھا اس لیے کچھ دیر قیام فرماکر اسلام آباد روانہ ہُوئے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا اشہد صاحب مدظلہ ہمراہ تھے

- ۳ر نومبر۔ صبح ۱۰:۳۰ بجے ترکی کی رفا پارٹی کے چار رکنی وفد کی جناب عبید الرحمٰن ہمدانی صاحب کی معیّت میں جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف آوری ہُوئی ارکان وفد کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ جناب محمّد شعبان صاحب ممبر پارلیمنٹ ترکی، جناب عمر فاروق صاحب امین اتحاد الاسلامی العالمی، جناب محمّد سلائے صاحب ممبر پارلیمنٹ ترکی، جناب محمّد عاطف صاحب المستشار لرأس الحزب الفضیلۃ ترکی۔ وفد نے جامعہ جدید، مسجد حامد اور بالخصوص خانقاہ حامدیہ کے قیام میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور بتایا کہ اُن کا تعلّق بھی سلوک کے سلسلہ نقشبندیہ سے ہے تناول ماحضر کے بعد اراکین وفد نے جامعہ جدید کے لیے دُعاء خیر کی بعد ازاں عربی میں اپنی وقیع رائے قلمبند فرمائی۔

- جناب قاری غلام سرور صاحب جو جامعہ مدنیہ جدید کی طرف سے بطورِ سفیر انگلینڈ تشریف لے گئے۔ بخیریت واپس تشریف لائے۔

- ۱۲ بجے کراچی سے جامعہ کے معاون خصوصی جناب جاوید اختر صاحب تشریف لائے۔ مسجد کی تعمیر و ترقّی پر مسرّت کا اظہار کیا۔ اُن کے صاحبزادے اور حافظ مجاہد صاحب بھی ہمراہ تھے۔

- ۴ر نومبر۔ جامعہ مدنیہ کے سابق مدرس حضرت مولانا کریم اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے فاضلِ جامعہ مولانا امان اللہ صاحب جامعہ جدید میں تشریف لائے وہ تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔

- ۵ر نومبر۔ صُبح نو بجے مخدوم العلما۔ حضرت سیّد انور حسین نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم تبلیغی اجتماع میں جاتے ہوئے کچھ دیر کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

- شام ۴ بجے حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب دامت برکاتہم العالیہ اسلام آباد سے جامعہ مدنیہ (جدید) تشریف لائے۔ مسجد حامد اور جامعہ کی تعمیر و ترقّی پر مسرّت کا اظہار فرمایا نمازِ عصر ادا فرمائی اور شام کی چائے کے بعد جامعہ کی نافعیت و قبولیّت اور ترقّی کے لیے دُعا فرما کر کچھ دیر کے لیے تبلیغی اجتماع میں تشریف لے گئے اور تبلیغی جماعت کی مرکزی شورٰی کے رکن حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب دامت برکاتہم اور مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم ہمراہ تھے۔

- ۱۱ر نومبر۔ شام کو قاری غلام یٰسین صاحب مہتمم جامعہ صدیقیہ بہاولپور جامعہ مدنیہ (جدید) تشریف لائے۔ مسجد حامد اور جامعہ کی تعمیر و ترقّی پر مسرّت کا اظہار فرمایا۔

- ۱۴ر نومبر۔ افغانستان اور کشمیر کے سرگرم مجاہد جناب امتیاز شامی صاحب مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی اور اُن سے جہادی سرگرمیوں اور حالات سے متعلّق گفتگو ہوئی۔

۱۶ر نومبر۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم گلبرگ میں سیّد علی ہجویری کمپیوٹر کالج کی انتظامیہ کی دعوت پر تشریف لے گئے اور اسلام میں غلاموں کے حقوق کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

- ۱۸ر نومبر۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت جامع مسجد خلفاء راشدین نبی پارک لاہور میں جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ مولانا دامت برکاتہم کا عظمتِ قرآن کے موضوع پر خطاب ہوا۔

- ۱۹ر نومبر۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم حافظ مجاہد صاحب کی رہائش گاہ

پر درس حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔

۲۲ نومبر۔ جامع مسجد خلفاء راشدین محلہ نبی پارک لاہور میں جامعہ مدنیہ (جدید) کے زیرِ اہتمام جاری شُدہ فہمِ دین کورس مکمّل ہُوا۔ تقسیم اسناد کی تقریب میں حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کا خطاب ہُوا۔ ہفتہ وار ناغہ کے ساتھ روزانہ ایک گھنٹہ سبق ہو تو چھ ماہ میں یہ کورس مکمّل ہو جاتا ہے اس کے نصاب میں اسلام کے مکمّل عقائد قرآن و سُنّت اور عقلی دلائل کے ساتھ ، اسی طرح قرآن و سُنّت کی روشنی میں تمام عبادات معاملات معاشرت حدود میراث غرض زندگی میں پیش آنے والے ہر طرح کے مسائل کا حل اور دین کے بُنیادی اُصول شامل ہیں یہ کورس تقریباً تین سال سے لاہور اور بعض دوسرے شہروں میں متعدّد مقامات پر پڑھایا گیا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلّق رکھنے والے بیشمار افراد اس کورس کے ذریعہ دین کا صحیح اور مکمّل فہم حاصل کر کے قرآن و سُنّت پر عمل پیرا ہیں۔ اب بھی لاہور میں متعدّد مقامات میں یہ کورس جاری ہے۔ قارئین خود مستفید ہونا چاہیں یا اپنے ہاں باقاعدہ شروع کروانا چاہیں تو ادارہ سے رابطہ فرسکتے ہیں۔

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز
NBB
نفیس بُک بائنڈرز
ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے
نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے
مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں
۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور
فون 7322408

نتیجہ امتحان سالانہ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائے ونڈ روڈ کے شعبہ حفظِ قرآن اور ناظرہ

کل نمبر ۱۰۰

نمبر شمار	نام طالب علم مع ولدیت	پارہ	حاصل کردہ نمبر
	وسیم احمد بن محمدّ اکرم	۳ پارے آخر	۸۶
	ارشاد احمد 〃 محمدّ بشیر	۲ پارے آخر	۹۰
	جاوید احمد 〃 محمدّ شیر	الجن تا والنّاس	۷۵
	وکیل احمد 〃 عبدالرشید	الحاقّہ تا والنّاس	〃
	بابر حسین 〃 عنایت حسین	۱ پارہ آخر	۹۴
	مدثّر علی 〃 مظفر علی	عبس تا والنّاس	۹۲
	بشّر علی 〃 رحمت علی	البروج تا والنّاس	۹۰
	صابر حسین 〃 عنایت حسین	الھمزۃ تا والنّاس	〃
	نورانی قاعدہ	**قاعدہ**	
	عبّاس علی بن محمدّ رمضان	۱۳ تختیاں	۷۵
	محمدّ طیّب 〃 محمدّ سلیم	۱۱ 〃	۱۰۰
	ساجد عدنان 〃 عبدالسمیع	۹ 〃	۷۴
	شکیل احمد 〃 سکندر خاں	۷ 〃	۸۸
	مظفر علی 〃 رحمت علی	۶ 〃	۷۰
	غلام اکبر 〃 محمدّ اسلم	۸ 〃	۷۵
	نصیب احمد 〃 عبدالرشید	۸ 〃	〃

جامعہ مدنیہ (جدید) محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور

کل نمبر ۱۰۰

نمبر شمار	نام طالب علم مع ولدیت	پارے	حاصل کردہ نمبر
	درجہ حفظ		
	امجد علی بن اصغر علی	۲۴ پارے اوّل	غیر حاضر
	محمد علی " محمدّ منشاء	۱۶ پارے آخر	۹۵
	اشفاق احمد بن ولایت حسین	۱۰ پارے آخر	۱۰۰
	صابر علی بن محمدّ منشاء	ساڑھے سات پارے آخر	۱۰۰
	ارشاد احمد " محمد حسین	۲۳ پارے آخر	۸۴
	بابر علی " محمدّ سلیم	سورت الجن تا والناس	۸۵
	عاطف عدنان بن عبد السمیع	القلم تا والنّاس	۹۴
	عرفان احمد " عبدالوحید	والتین تا والنّاس	۸۳
	درجہ ناظرہ		
	محمدّ علی بن محمدّ سلیم	مکمّل قرآن	۹۵
	ابرار حیدر " شمشاد خاں	۱۵ پارے آخر	۸۵
	محمد راشد " حسن محمد	۱۲ پارے آخر	۹۰
	عابد عدنان " عبد السمیع	۶ پارے آخر	۹۲
	شفاقت علی بن محمد رمضان	۴ پارے آخر	۸۰
	ریاض احمد بن حسین محمدّ	النجم تا والنّاس	۷۸

ممتحن صاحب کی رائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبیّ بعدہٗ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وازواجہ وذریاتہٖ اجمعین

امابعد! آج مؤرخہ ۱۹ر شعبان المعظّم ۱۴۲۱ھ الموافق ۱۶ر نومبر بروز جمعرات ۲۰۰۰ء کو جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد میں حسبِ ارشاد واجب الاحترام جناب حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب زیدمجدُالسامی مہتمم جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائے ونڈ روڈ درجہ حفظِ قرآن مجید و ناظرہ قرآن مجید کے طلبہ کا سالانہ امتحان لیا۔ الحمد للہ طلبہ نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اچھا امتحان دیا۔ تاہم مزید محنت کرنے سے نتائج بہت بہتر برآمد ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ جامعہ مدنیہ جدید کو واجب الاحترام، شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّدی ومرشدی واستاذی واستاذ العلماء سیّد حامد میاں صاحب نوراللہ مرقدہ وطیّب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے لیے بطورِ صدقۂ جاریہ قبول ومنظور فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ جامعہ مدنیہ جدید کو مزید ترقیات سے مالامال فرمائے آمین اللہ تعالیٰ محترم ومکرّم حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم العالیہ، وجملہ معاونین کی خدماتِ دینیہ کو قبول ومنظور فرماکر دُنیا وآخرت میں اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

ممتحن۔ محمد رمضان خادم شعبہ تجوید وقرأت جامعہ مدنیہ لاہور۔

ضروری اِطلاع

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر شعبان اور رمضان المبارک میں کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے لئے جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے کوئی سفیر نہیں بھیجا جا رہا ہے لہذا معاونینِ کرام اپنی رقوم بذریہ چیک/منی آرڈر ارسال فرمائیں یا کراچی میں جناب قاری شریف احمد صاحب خطیب مسجد سٹی اسٹیشن کے پاس جمع کرواکر رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

چیک / منی آرڈر ارسال کرنے کا پتہ

سید محمود میاں، مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید)

"بیت الحمد" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور، پاکستان۔

فون : 092-42-7726702 , 200577

اکاونٹ نمبر جامعہ مدنیہ (جدید) : 7915-3 ایم۔ سی۔ بی

اکاونٹ نمبر مسجدِ حامد : 1046 ایم۔ سی۔ بی

خوشخبری

انشاء اللہ دس شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ سے جامعہ مدنیہ (جدید) محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا جا رہا ہے نیز شعبہ تجوید روایت حفص بھی شروع کر دیا جائے گا جبکہ فی الحال حفظ قرآن کے شعبہ میں طلباء قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

طالبانِ علم نوٹ فرمالیں۔

ادارہ

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)